504.
Mr. Er. M.Salam,
Deputy Chief (Engg.)
R.E.C.Project Office,
MYT'IE ESTATE; UPPER KAITHU,
SHIMLA - 171 003 (H.P.)

ہفت روزہ بدر قادیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم　　نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم　　وعلی عبدہ المسیح الموعود

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

ہفت روزہ بدر قادیان

جلد ۴۵

شمارہ ۴۶

ایڈیٹر۔ منیر احمد خادم

نائبین: قریشی محمد فضل اللہ، محمد نسیم خان

شرح چندہ
سالانہ 100 روپے
بیرونی ممالک
بذریعہ ہوائی ڈاک
20 پونڈ یا 40 ڈالر امریکن
بذریعہ بحری ڈاک
10 پونڈ یا 20 ڈالر امریکن

THE WEEKLY BADR QADIAN - 143516
POSTAL REGISTRATION NO . P/GDP - 23

۲ رجب ۱۴۱۷ ہجری　۱۴ نبوت ۱۳۷۵ ہش　۱۴ نومبر ۱۹۹۶ء

اخبارِ احمدیہ

لندن ۸ نومبر (ایم۔ ٹی اے) سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بخیریت ہیں۔ حضور انور نے آج خطبہ جمعہ میں تحریک جدید کے نئے سال کا اعلان فرمایا۔ تفصیلی رپورٹ ص۲ پر بلاحظہ فرمائیں۔

احباب جماعت حضور انور کی صحت و سلامتی درازی عمر اور مقاصد عالیہ میں معجزانہ کامیابی اور خصوصی حفاظت کیلئے دعائیں جاری رکھیں۔

ارشاداتِ عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

جو لوگ میری مخالفت کرنے والے ہیں وہ میری نہیں خدا تعالیٰ کی مخالفت کرتے ہیں

"ہمارے مخالفوں کی حالت ایسی ہے جس سے سلب ایمان کا اندیشہ ہے کیونکہ وہ نیک کو برا اور مامور من اللہ کو کذاب سمجھتے ہیں جس سے خدا تعالیٰ کے ساتھ ایک جنگ شروع ہو جاتی ہے۔ اور اب یہ صاف امر ہے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے مامور اور مسیح موعود کے نام سے دنیا میں بھیجا ہے۔ جو لوگ میری مخالفت کرنے والے ہیں وہ میری نہیں خدا تعالیٰ کی مخالفت کرتے ہیں۔ کیونکہ جب تک میں نے دعویٰ نہ کیا تھا بہت سے ان میں سے مجھے عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اپنے ہاتھ سے لوٹا لے کر وضو کرانے کو ثواب اور فخر جانتے تھے اور بہت سے ایسے بھی تھے جو میری بیعت میں آنے کے لئے زور دیتے تھے۔ لیکن جب خدا تعالیٰ کے نام اور اعلام سے یہ سلسلہ شروع ہوا تو وہی مخالفت کے لئے اٹھے۔ اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ ان کی ذاتی عداوت میرے ساتھ نہ تھی بلکہ عداوت ان کو خدا تعالیٰ سے ہی تھی۔ اگر خدا تعالیٰ کے ساتھ ان کو سچا تعلق تھا تو ان کی دینداری اور اتقاء اور خدا ترسی کا تقاضا یہ ہونا چاہئے تھا کہ سب سے اول وہ میرے اس اعلان پر لبیک کہتے اور سجدات شکر کرتے ہوئے میرے ساتھ مصافحہ کرتے۔ مگر نہیں وہ اپنے ہتھیاروں کو لے کر نکل کھڑے ہوئے اور انہوں نے مخالفت کو یہاں تک پہنچایا کہ مجھے کافر کہا اور بے دین کہا، دجال کہا۔

(ملفوظات جلد اول (طبع جدید) صفحہ ۱۲۲ و ۱۲۳)

توہین رسالت کا جھوٹا مقدمہ اور گرفتاریاں

بیٹے کو ماں کے آخری دیدار سے بھی محروم رکھا گیا

میانوالی کی ظلم بھری داستان

(رشید احمد چوہدری، پریس سیکرٹری لندن)

ضلع میانوالی سے چک ۱۵ ڈی۔ بی۔ میں دو خاندان احمدی مسلمانوں کے آباد ہیں۔ مکرم چوہدری ریاض احمد صاحب اور ان کے بڑے بھائی چوہدری محمود احمد صاحب۔ گاؤں کی دیگر آبادی غیر احمدی ہے مگر گاؤں کے نمبردار چوہدری ریاض احمد صاحب ہیں۔ احمدیوں کی مخالفت کا آغاز ۱۹۸۳ء میں شروع ہوا جب گاؤں کے چند شریر آدمیوں نے ختم نبوت کے ملاؤں کو گاؤں میں بلا کر گاؤں کی فضا کو خراب کرنا شروع کیا اور باقاعدہ احمدیت کے خلاف مہم کا آغاز کیا۔ ان دونوں گھرانوں سے کہا گیا کہ یا تو مسلمان ہو جاؤ یا گاؤں چھوڑ دو۔ گلیوں میں آتے جاتے احمدیوں کو گندی گالیاں دی جاتیں۔ لیکن احمدی مسلمانوں نے صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔

احمدی کو گاؤں کی نمبرداری سے ہٹانے کا منصوبہ

اسی دوران گاؤں کے چند آدمیوں نے ڈی سی میانوالی کو درخواست دی کہ احمدی نمبردار چوہدری ریاض احمد کو نمبرداری سے ہٹا کر کسی "مسلمان" کو اس کی جگہ مقرر کیا جائے۔ ڈی۔ سی۔ نے بعد از سماعت درخواست خارج کر دی۔ اس کے بعد شرارتیوں نے احمدیت کی مخالفت تیز کر دی۔ مقامی تھانہ میں مختلف حیلوں بہانوں سے احمدیوں کے خلاف مقدمات درج کرائے گئے۔ گاؤں میں جلسے کروائے گئے۔ عوام کو اکسایا گیا کہ احمدیوں کو گاؤں سے نکال دیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف سخت نازیبا الفاظ استعمال کئے گئے۔ مسجدوں، گلیوں اور دیواروں پر بڑے بڑے پوسٹر چسپاں کئے گئے جن میں احمدی بزرگان کے بارے میں گھٹیا الزامات لگائے گئے۔ احمدی بچوں کو تنگ کر کے سکول سے خارج کر دیا گیا۔

۱۹۹۱ء میں دوبارہ ڈی۔ سی۔ میانوالی کو درخواست دی گئی اور مطالبہ کیا گیا کہ احمدی نمبردار کو ہٹایا جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ تھانہ پپلاں ضلع میانوالی میں چوہدری ریاض احمد، ان کے بیٹوں اور بھتیجوں پر ناجائز اسلحہ رکھنے کے الزام میں سراسر جھوٹی درخواستیں دی گئیں۔ دشمن احمدیت اپنی ان کوششوں میں ذلیل و خوار ہوئے اور ناکام و نامراد رہے مگر ڈی۔ سی۔ میانوالی نے ۶ جون ۱۹۹۳ء کو چوہدری ریاض احمد کے خلاف فیصلہ دیتے ہوئے انہیں نمبرداری سے ہٹا دیا۔ کمشنر سرگودھا کے پاس اس ناانصافی کی اپیل کی گئی تو انہوں نے چوہدری ریاض احمد کو ۳۱ جولائی ۱۹۹۳ء کو دوبارہ بحال کر دیا۔

ضلع فیصل آباد میں ایک جھوٹا مقدمہ

اسی دوران مخالفین نے ایک اور منصوبہ کے تحت ایک جھوٹا مقدمہ چوہدری ریاض احمد صاحب پر ضلع فیصل آباد میں درج کرا دیا جہاں ان کو گرفتار کر کے سخت تشدد کیا گیا اور پورا زور لگایا گیا کہ وہ احمدیت سے تائب ہو جائیں لیکن خدا تعالیٰ نے انہیں استقامت بخشی اور دس دن کے بعد ان کی ضمانت پر رہائی ہوئی۔

ختم نبوت کے کارکنان کا حملہ

کمشنر سرگودھا کے فیصلہ کے خلاف مخالفین نے اپیل کر دی اور مقدمہ بورڈ آف ریونیو لاہور میں سماعت ہونے لگا۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں جو چوہدری ریاض احمد صاحب اور ان کے لڑکے بشارت احمد اور نثار احمد لاہور آئے اور تاریخ بھگت کر واپس جانے کے لئے بس اڈہ پر پہنچے تو وہاں "ختم نبوت" کے کارکنان نے ان پر حملہ کر دیا اور تینوں کو خوب مارا پیٹا۔ چند معزز آدمیوں کی مداخلت پر ان کی جان بخشی ہوئی۔

توہین رسالت کا جھوٹا مقدمہ

مورخہ ۲۱ نومبر ۱۹۹۳ء کو مخالفین نے ایک اور چال چلی اور ایک مخالف سلسلہ محمد عبداللہ ولد محمد مظفر سکنہ چک ۱۵ ڈی۔ بی۔ نے جو خود کو ختم نبوت کا ایک رکن بتاتا ہے، مکرم چوہدری ریاض احمد صاحب، ان کے بیٹے بشارت احمد اور دو بھتیجوں مشتاق احمد اور قمر احمد پسران محمود احمد کے خلاف ایک جھوٹا مقدمہ زیر دفعہ ۲۹۵/سی تعزیرات پاکستان درج کرایا۔ چنانچہ مورخہ ۲۳ نومبر ۱۹۹۳ء کو ان کو گرفتار کر لیا گیا اور میانوالی سنٹرل جیل میں پہنچا دیا گیا۔ ان کی گرفتاری کے بعد ان کے بیوی بچے میانوالی چھوڑ کر پناہ کے لئے ربوہ منتقل ہونے پر مجبور ہو گئے۔

ضمانت کے لئے کوشش

ضمانت کے لئے ایڈیشنل سیشن جج میانوالی کی خدمت میں درخواست کی گئی جہاں کچھ دیر تک تاریخیں پڑتی رہیں مگر ہر پیشی پر فتنہ پرور مولویوں کی فوج عدالت کے اندر اور باہر اکٹھی ہو جاتی اور شور شرابہ کرتی تاکہ ان کی ضمانتیں نہ ہو سکیں۔ یہ دیکھ کر ایڈیشنل سیشن جج نے معاملہ ڈسٹرکٹ سیشن جج کی عدالت میں منتقل کر دیا۔ وہاں بھی مولویوں نے عدالت میں اودھم مچایا بالآخر ۳ جنوری ۱۹۹۴ء کو عدالت نے ضمانت کی درخواست مسترد کر دی۔ چنانچہ لاہور ہائی کورٹ کی طرف رجوع کیا گیا جہاں مسٹر جسٹس شیخ زبیر احمد کی عدالت میں درخواست کی سماعت ہوئی مگر انہوں نے بھی ضمانت کی درخواست منظور کرنے کی بجائے معاملہ چیف جسٹس کو بھجوا دیا اور کہا کہ اس درخواست کو نپٹانے کے لئے بڑا بنچ ترتیب دیا جائے۔ چنانچہ جسٹس خلیل الرحمان خان، جسٹس نذیر اختر اور مسٹر جسٹس شیخ زبیر احمد پر مشتمل ایک بنچ ترتیب دیا گیا جہاں ۱۰ اپریل ۱۹۹۴ء تک ہائی کورٹ میں درخواست کی سماعت ہوتی رہی مگر اس بنچ نے بھی ضمانت کی درخواست مسترد کر دی۔

اس کے بعد سپریم کورٹ آف پاکستان کی طرف رجوع کیا گیا جہاں ایک عرصہ سے معاملہ التوا میں ہے اور اب جبکہ چاروں احمدی مسلمانوں کو جیل میں گئے تین سال کا عرصہ ہونے کو ہے ابھی تک ان کی ضمانتیں نہیں ہو سکیں۔ (باقی ص۸ پر)

منیر احمد حافظ آبادی ایم اے۔ پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر ...

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ
ہفت روزہ بدر قادیان
مورخہ ۱۴ ارنبوت ۱۳۷۵ ہش

دیوبندی چالوں سے بچئے!

(۱۹)

گزشتہ گفتگو میں ہم نے عرض کیا تھا کہ دیوبندی مجدد الملت اور حکیم الاُمت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے "علمی سرقہ" کا جب ایک بریلوی مسلک کے عالم جناب محمد افضل شاہد کو علم ہُوا تو انہوں نے لاہور کے ماہنامہ "القول السدید" کے شمارہ مئی ۱۹۹۳ء میں ایک تفصیلی مضمون قلمبند کیا جس کے چند اقتباس ہم گزشتہ شمارہ میں اپنے قارئین کے علم میں لاچکے ہیں۔

انہی بریلوی عالم نے دیوبندیوں پر مزید گرفت مضبوط کرنے کے لئے دیوبندی علماء سے فتویٰ بھی طلب کیا تھا کہ کیا فرماتے ہیں علماء بیچ اِس مسئلہ کے کہ :-

"اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص کا مضمون اپنے نام سے شائع کردے یا کسی دُوسرے شخص کے مضمون سے جُملے اور پیراگراف اپنے مضمون میں بِلا حوالہ نقل کرے تو شرعی لحاظ سے یہ عمل کیا ہے اور ایسے شخص کو کیا سزا دی جاسکتی ہے ۔"

اِس کے جواب میں مختلف علمائے دیوبند نے یُوں فتوے دیئے :-

● — دارالعلوم "تعلیم القرآن" راولپنڈی کے مفتی قاضی حبیب الرحمٰن نے فتویٰ دیا :-

"جھُوٹ کئی قسم کا ہوتا ہے ۔ یہ بھی جھُوٹ ہے کہ مضمون کسی کا ہو اور اپنے نام سے شائع کرے اور اس کے لئے یہ سزا ہی کافی ہے کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین ۔ باقی ایک جُملے یا پیراگراف کا لے لینا اِس زُمرے میں نہیں آتا ۔ مضامین میں عموماً ایسا ہوتا ہی رہتا ہے ۔"

جامعہ اشرفیہ لاہور کے مفتی صاحب نے لکھا :-

"دھوکہ دہی کا گُناہ ہوگا اور سزا دینا تو حکومت کا کام ہے ۔"

خیر ! اس کو تو آپ اپنے ہی مُنہ پر اپنے طمانچے کہہ لیں یا کچھ اَور نام رکھیں۔ ہم اشرف علی صاحب تھانوی کے شاگردوں سے اتنا ضرور کہیں گے کہ وہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام کو سچا امام مہدی مانیں یا نہ مانیں، اُنہیں کم از کم آپ کی پُختہ و پُر تاثیر اور پُر معارف تحریرات پر ضرور ایمان لے آنا چاہیئے۔ چونکہ اشرف علی صاحب تھانوی کی رُوحانی اولاد کو اِس کا علم نہیں اور وہ حضور علیہ السلام کی مبارک تحریرات کو بغیر پڑھے ہی خُشک اور غیر دلچسپ خیال کر رہی ہے ۔ جبکہ اُن کے بزرگ اِنہی تحریرات کو نقل کر کر کے جھُوٹی واہ واہ حاصل کرتے رہے ہیں ۔

ملاحظہ فرمایئے ! آجکل کے دیوبندی علماء جنہیں اپنے مجدد الملت کے سرقہ کا علم نہیں، حضور علیہ السلام کی تحریرات کے متعلق کیا لکھ رہے ہیں۔ دیوبندی علماء کی مدد سے حکومتِ پاکستان نے جو قرطاسِ ابیض (WHITE PAPER) شائع کیا اس کی ذیل کی عبارت یوں ہے :-

"مرزا صاحب کی تحریرات کو پڑھنا ایک خُشک اور غیر دلچسپ مشغلہ ہوتا ہے ۔ کیونکہ ان کی تحریروں میں نہ تو علمی رنگ ہوتا ہے نہ ادبی چاشنی ۔ مسائل سے نمٹنے کا ان کا انداز بڑا ہی پھُسپھُسا ہوتا ہے اور اُن کی تحریر تیسرے درجے کی زمانہ وسطی کی تحریروں کی طرح تھی ۔"

(قرطاسِ ابیض شائع کردہ حکومتِ پاکستان صفحہ ۱۳)

اور حقیقت یہ ہے کہ آپ دیوبندی مجدد الملت کی کتاب "احکامِ اسلام عقل کی نظر میں" مطالعہ فرمالیں اس میں صرف اور صرف وہی تحریرات پُر معارف و پُر شوکت علمی و ادبی چاشنی سے بھر پُور اور روحانی سرُور سے لبریز ہیں جو بانیٔ جماعتِ احمدیہ علیہ السلام کی کُتب سے اخذ کر کے لکھی گئی ہیں ۔ مجدد الملت کی باقی تحریرات مذکورہ سب صفات سے خالی اور پھیکی ہیں ۔ اگر ہمارے اِس دعوے سے کسی کو اتفاق نہ ہو تو بے شک یہ کتاب منگوا کر خود مطالعہ کر کے دیکھے ۔

اب ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ "مجدد الملت حکیم الاُمت" اشرف علی صاحب تھانوی کو حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام کی تحریرات نقل کرنے کا خیال کہاں سے آیا !؟

واقعہ یُوں ہے کہ جس وقت سیّدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی وفات ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو ہُوئی تو ملک کے کئی نامور دانشوروں نے آپؑ کو اور آپؑ کی علمی و ادبی اسلامی خدمات کو سراہا ۔ اور خاص طور پر اِس بات کا ذکر کیا کہ بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے اپنی عظیم تحریرات و تصنیفات سے دیگر مذاہب کے مقابلہ میں اسلام کی بہت خدمت کی ہے اور مخالفینِ اسلام کو اُن کے لچر اعتراضات کے دندان شکن جوابات دیئے ہیں ۔ انہی تبصروں کو پڑھ کر مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے حضور علیہ السلام کی تحریرات سے باوجود آپؑ کو مرتدِ اسلام کہنے کے چھُپ چھُپ کر استفادہ کیا ہے ۔

ملاحظہ فرمائیں مولانا ابو الکلام آزاد نے اخبار "وکیل" امرتسر میں حضور علیہ السلام کی وفات پر کیا تبصرہ لکھا ہے ۔ فرماتے ہیں :-

"وہ شخص، بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر اور زبان جادو، وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا۔ جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی ۔ جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار اُلجھے ہوئے تھے جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں ۔ جو شخص مذہبی دُنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طُوفان رہا جو شورِ قیامت ہو کر خُفتگانِ ہستی کو بیدار کرتا رہا ...... دُنیا سے اُٹھ گیا ۔"

پھر لکھتے ہیں :-

"مرزا غلام احمد قادیانی کی رحلت اِس قابل نہیں کہ اس سے سبق حاصل نہ کیا جائے ۔ ایسے شخص جن سے مذہبی یا عقلی دُنیا میں انقلاب پیدا ہوتے ہیں ہمیشہ دُنیا میں نہیں آتے ۔ یہ نازشِ فرزندانِ تاریخ بہت کم منظرِ عام پر آتے ہیں۔ اور جب آتے ہیں تو دُنیا میں ایک انقلاب پیدا کر کے دِکھا جاتے ہیں ۔"

مزید لکھتے ہیں :-

"میرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر اُن سے ظہور میں آیا قبولِ عام کی سند حاصل کر چکا ہے ۔ اور اس خصوصیت میں وہ کسی تعارف کا محتاج نہیں ۔ اس لٹریچر کی قدر و عظمت آج جبکہ وہ اپنا کام پُورا کر چکا ہے ہمیں دِل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے ۔ آئندہ اُمید نہیں کہ ہندوستان کی مذہبی دُنیا میں اس شان کا شخص پیدا ہو ۔"

اسی طرح اخبار "وکیل" امرتسر میں ۳۰ مئی ۱۹۰۸ء کو حضور علیہ السلام کے متعلق ایک اَور مضمون نگار نے لکھا :-

"غیر مذاہب کی تردید میں اور اسلام کی حمایت میں جو نادر کتابیں انہوں نے تصنیف کی تھیں اُن کے مطالعہ سے جو وجد پیدا ہُوا وہ اب تک نہیں اُترا ۔"

مرزا حیرت دہلوی صاحب نے اپنے اخبار "کرزن گزٹ" یکم جون ۱۹۰۸ء میں لکھا :-

"اُس کے قلم میں اس قدر قُوّت تھی کہ آج سارے پنجاب بلکہ سارے ہند میں بھی اس قُوّت کا لکھنے والا نہیں ۔ ایک پُر جذبہ اور قوی الفاظ کا انبار اس کے دماغ میں بھرا رہتا تھا ۔ اور جب وہ لکھنے بیٹھتا تو نچے تُلے الفاظ کی ایسی آمد ہوتی کہ بیان سے باہر ہے ۔"

مذکورہ تبصروں اور اسی طرح کے اور دیگر تبصروں کو پڑھنے کے بعد یقیناً اشرف علی صاحب تھانوی کا دِل للچایا ہوگا کہ ایسے "پُر جذبہ" اور "قوی الفاظ" سے جو قبولِ عام کی سند حاصل کر چکے ہیں چُپکے چُپکے فائدہ اُٹھا کر وہ بھی قبولِ عام کی سند حاصل کرلیں ۔

لیکن چوری کی ایسی سندیں حاصل کرنے والوں کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک واضح پیشگوئی فرمائی تھی جس پر اِن شَآءَ اللّٰہ ہم آئندہ شمارے میں کسی قدر روشنی ڈالیں گے ۔ (باقی)

(مُنیر احمد خادم)

تحریکِ جدید کے سالِ نو کا بابرکت اعلان

لنڈن ۸ نومبر (ایم ۔ ٹی ۔ اے) سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج یہاں مسجد فضل لنڈن میں خطبہ جُمعہ ارشاد فرماتے ہُوئے تحریکِ جدید کے سالِ نو کا بابرکت اعلان فرمادیا ہے اس طرح اب تحریکِ جدید کا دفتر اوّل ترسٹھویں (۶۳) سال میں، دفتر دوم ترپنویں (۵۳) سال میں، دفتر سوم تینتیسویں (۳۳) سال میں اور دفتر چہارم بارھویں (۱۲) سال میں داخل ہوگیا ہے ۔

تہتّر ممالک کی رپورٹ کے مطابق امسال دو لاکھ اٹھارہ ہزار چھ صد چالیس مجاہدینِ تحریکِ جدید کے ذریعے نو کروڑ ساٹھ لاکھ روپے وصُول ہوئے ۔ حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا اگلے سال کا نشانہ سَو ممالک کا ہے اور مَیں اُمید کرتا ہوں کہ آئندہ سال جماعت کو تحریکِ جدید کے تعلق سے عظیم خوشخبریاں دے سکوں گا ۔

تحریکِ جدید کے چندے کے لحاظ سے علی الترتیب دُنیا کے دس خوش قسمت ممالک اِس طرح ہیں۔ پہلے نمبر پر جرمنی دوسرے پر امریکہ تیسرے پر پاکستان جبکہ برطانیہ ۔ کینیڈا ۔ انڈونیشیا ۔ سوئٹزرلینڈ ۔ ہندوستان ۔ ماریشس اور جاپان علی الترتیب چوتھے ۔ پانچویں ۔ چھٹے ساتویں آٹھویں نویں اور دسویں نمبر پر رہے ۔ قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ گزشتہ سال ہندوستان دسویں نمبر پر تھا جبکہ اس سال اس نے اپنی آٹھویں پوزیشن بنائی ہے ۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مُسلم ٹیلی ویژن احمدیہ پر ٹیلی کاسٹ کیے جانے والے اپنے بصیرت افروز خطبہ جُمعہ میں عالمگیر جماعتِ احمدیہ کی مالی قُربانیوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ایک مُعجزہ قرار دیا ۔ حضور نے فرمایا اگر کسی کو صداقتِ احمدیت کی اَور کوئی دلیل نہ نظر آتی ہو تو وہ کم از کم جماعت کے مستحکم طوعی مالی نظام سے ہی صداقتِ احمدیت معلوم کر سکتا ہے ۔ حضور نے فرمایا گزشتہ سال مجاہدینِ تحریکِ جدید کی تعداد ایک لاکھ اکاسی ہزار دو صد اُنتیس تھی جو اس سال جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے دو لاکھ اٹھارہ ہزار چھ صد چھیالیس ہو چکی ہے ۔

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید کی سُورۃ الحدید کی آیت نمبر ۱۲، ۱۳ کی تلاوت فرماتے ہُوئے قرآنِ مجید سے مالی قربانی کے فلسفہ پر حقیقت افروز روشنی ڈالی اور آخر میں فرمایا اللہ تعالیٰ جماعت کو ہمیشہ ہی پاک محبت کے مقابلے کی دَوڑ میں آگے بڑھاتا چلا جائے ۔ آمین ۔

○

خطبہ جمعہ

"اللہ نور السماوات والارض" کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان تمام صفات کاملہ کا جامع ہے جن کے کامل امتزاج کا نام نور ہے

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۹۵ء مطابق ۲۷ اخاء ۱۳۷۴ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

[خطبہ کا یہ متن ادارہ بدر اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے]

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمدًا عبده ورسوله. أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم. ﴿بسم الله الرحمٰن الرحيم* الحمد لله رب العٰلمين* الرحمٰن الرحيم* مٰلك يوم الدين* إياك نعبد وإياك نستعين* اهدنا الصراط المستقيم* صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين*﴾.

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۝

(النور: ۳۶، ۳۷)

یہ آیات کریمہ جن کی میں نے تلاوت کی ہے سورہ النور کی چھتیسویں اور سینتیسویں آیات ہیں۔ ان آیات سے متعلق میں ایک خطبے یا دو خطبات میں اس سے پہلے ایک رنگ میں روشنی ڈال چکا ہوں یا ان سے روشنی حاصل کر کے آپ کے ساتھ اس میں شریک ہو چکا ہوں۔ لیکن اب ایک اور پہلو سے اس مضمون کو میں نے دوبارہ لیا ہے۔ چند دن ہوئے ایک خط کے ذریعے مجھ سے یہ بڑے زور سے توقع رکھی گئی کہ وہ جو صفات باری تعالیٰ اور اسماء باری تعالیٰ کا سلسلہ تھا اسے پھر کبھی کبھی لے لیا کروں، دوبارہ اس پر خطبات شروع کر دیا کروں۔ کیونکہ لکھنے والے نے لکھا کہ کئی پہلو سے نہ صرف عقلی اور قلبی لحاظ سے یہ سلسلہ مفید ہے بلکہ روحانی ترقی کے لئے ضروری ہے کہ ہم اسماء باری تعالیٰ کے مضمون پر بار بار گفتگو کرتے رہیں اور غور کرتے رہیں۔ دلیل بڑی قطعی اور مضبوط ہے لیکن میں نے شروع ہی میں عرض کیا تھا کہ یہ تو ایک لامتناہی سلسلہ ہے جو پھر کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔ لیکن دوسری باتیں جو بیچ میں ضرورت کی پیش آتی رہتی ہیں ان کا بیان بھی ضروری ہے۔

ہرچند کہ ذکر الٰہی کا مضمون غالب اور افضل ہے مگر فی الحقیقت جو دوسری باتیں بھی خطبات میں پیش ہوتی ہیں وہ ذکر الٰہی کے تابع ہیں، ذکر الٰہی کی تیاری کے سلسلے میں ہیں۔ اگر وہ تربیتی اور اصلاحی امور جماعت پر نہ کھولے جائیں تو وہ ذکر الٰہی کے مضمون کو قبول کرنے، سمجھنے اور اپنی ذات میں جاری کرنے کے اہل ہی نہیں ہو سکتے۔ پس یہ تفریق درست نہیں ہے کہ گویا کچھ خطبات تو ذکر الٰہی پر چلتے ہیں، کچھ ان کے بغیر۔ مومن کی تو ہر بات ذکر الٰہی کے تابع ہوتی ہے اور دین کی ہر نصیحت ذکر الٰہی سے تعلق رکھتی ہے۔ بعض ظاہری طور پر ایسے تعلق ہیں جو ظاہری طور پر دکھائی دے جاتے ہیں۔ بعض ایسے تعلق ہیں جب گہری نظر سے دیکھیں تو وہ دکھائی دینے لگتے ہیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ ذکر الٰہی کا مضمون زندگی کے ہر شعبے بلکہ وجود کے ہر شعبے سے تعلق رکھتا ہے۔

انہوں نے اپنے خط میں خصوصیت سے لفظ نور پر روشنی ڈالنے یعنی الفاظ تو یہ استعمال کئے مگر حقیقت یہ ہے کہ کہنا وہ یہ چاہتے تھے کہ لفظ نور سے روشنی حاصل کر کے ہمیں بھی وہ روشنی دکھائیں جس کا تعلق خدا تعالیٰ کے اسم نور سے ہے۔ اور یہ چونکہ ایک مرکزی اسم ہے، اللہ کے بعد وہ اسم جو تمام صفات باری تعالیٰ سے تعلق رکھتا ہے وہ نور ہے اور حقیقت میں ایک رنگ میں اللہ کا متبادل دکھائی دیتا ہے۔ اس پہلو سے میں پہلے بھی گفتگو یا آپ سے اس مضمون کو سمجھانے کی بات کا سوچ چکا ہوں لیکن مشکل یہ درپیش تھی کہ یہ مضمون بہت مشکل ہے۔ بہت دقیق ہے، بہت باریک ہے، وسیع بھی ہے اور ایک دفعہ اس مضمون کو شروع کیا جائے تو جماعت کے ہر طبقہ علم کو، ہر ذہنی درجے کو ملحوظ رکھتے ہوئے اسے سمجھا دینا ایک مشکل کام ہے۔ اس لئے اس بات کا حوصلہ نہیں پڑا کہ اس مضمون کو اٹھاؤں لیکن انہوں نے اب واضح طور پر مطالبہ یہ کیا ہے کہ اس سلسلے کو دوبارہ شروع کرنا ہے تو اسم نور سے شروع کریں۔ اس غرض سے میں نے اس آیت کی دوبارہ تلاوت کی ہے جس کے بعض پہلوؤں پر میں پہلے بات کر چکا ہوں۔ اب کچھ ایسے پہلو ہیں جو نور کی ماہیت سے تعلق رکھتے ہیں اس کی ماہیت کو ہم صرف اسی حد تک سمجھ سکتے ہیں جس حد تک قرآن کریم نے یا حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ہمیں سمجھایا ہے یا ان دونوں سے اخذ کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہایت ہی تفصیل سے عارفانہ مطالب بیان فرمائے ہیں۔

سب سے پہلے تو عموماً نور کی بات ہے۔ نور کیا چیز ہے؟ نور کے متعلق عموماً تصور یہ ہے کہ جس کو ہم روشنی کہتے ہیں وہی نور ہے اور سورج کی روشنی ہو یا چراغ کی روشنی ہو یا کوئی ایسی چیز جو چمک رہی ہو جیسے جگنو چمکتا ہے یہ سب روشنیاں نور ہیں۔ یہ درست ہے کہ نور کے ایک معنی کے تابع یہ ساری روشنیاں آتی ہیں مگر جب اللہ کے نور کی بات ہو تو اس کو ان روشنیوں کے حوالے سے سمجھانا ناممکن ہو جاتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے نور کی مثال کے وقت کسی ظاہری نور کی بات نہیں فرمائی بلکہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی مثال دی ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ نور الٰہی کی کنہہ میں فی ذاتہ چمکنا نہیں ہے۔ چمکنے والا نور اور ہے جو آنکھ دیکھ سکتی ہے۔ کچھ نور ہے جو باطن میں ہے جو ہر چیز کی اصلی وجہ ہے، جس سے ہر چیز پیدا ہوتی ہے اور وہ نور ہے جو انسان اپنی عام آنکھ سے دیکھ ہی نہیں سکتا اور اصل وہ نور ہے اور دوسرے سب نور ایک ظاہر میں دکھائی دینے والی کچھ حقیقتیں ہیں۔ ان کا کیا تعلق ہے اللہ کے نور سے اور اللہ نے اپنے نور کی مثال کے وقت چاند سورج کا ذکر کیوں نہ فرمایا بلکہ صرف حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا ذکر فرمایا اور ایک ایسے انداز میں جس سے نور کی وہ حقیقت روشن ہو جاتی ہے جس حقیقت کا انسان کے ارتقاء سے تعلق ہے، جس حقیقت کا انسان کے اس ارتقاء سے تعلق ہے جو اسے خدا تعالیٰ کی طرف رفعتوں میں لے جاتا ہے۔ پس یہ وہ پہلو ہے جس کو میں اپنی استطاعت اور طاقت کے مطابق آج کھولنے کی کوشش کروں گا اور اگر آج جیسا کہ نظر آ رہا ہے کہ وقت کافی نہیں ہو گا تو پھر آئندہ ایک دو خطبات میں بھی یہی مضمون چلے گا۔

سب سے پہلے لفظ نور کے متعلق عمومی بات میں آپ کو سمجھانا چاہتا ہوں کہ نور دراصل اپنی ذات میں ایک ارتعاش کا نام ہے اس سے زیادہ یہ کچھ نہیں ہے۔ اور جتنی بھی توانائیاں ہیں وہ ارتعاش ہی ہیں۔ ارتعاش سے مطلب ہے تموج، حرکت۔ اور تموج اگر کسی چیز میں پیدا ہو تو وہ ایک توانائی کا مظہر بن جاتا ہے اور کوئی توانائی بھی تموج کے بغیر متصور نہیں ہو سکتی۔ ہر توانائی میں ایک تموج پایا جاتا ہے یعنی زیر و بم، حرکت، ایک اندرونی حرکت جو بیرونی طور پر بعض انسانی حسی قوتوں سے مشاہدہ کی جا سکتی ہے۔ مثلاً آگ ہے یہ ایک توانائی ہے۔ اس کے اندر بھی تموج ہے لیکن وہ تموج بسا اوقات نظر نہیں بھی آتا۔ جب آپ اس کو ہاتھ لگاتے ہیں تو تب محسوس ہوتا ہے کہ اس میں گرمی ہے۔ پس آگ نہ نظر آنے والی توانائی بھی رکھتی ہے۔ نظر آنے والی توانائی بھی رکھتی ہے۔ لیکن جو نظر آنے والی توانائی ہے اس کا نور سے تعلق ہے نار سے تعلق نہیں۔ اس کا روشنی سے تعلق ہے، اس کا گرمی سے تعلق نہیں ہے۔ پس توانائیوں میں مختلف قسم کی توانائیاں اس طرح داخل ہو جاتی ہیں کہ تموج کی شکلیں بدل جاتی ہیں۔ لہریں تموج ہی کو کہتے ہیں۔ تموج ہی کا ایک اظہار ہے لہر۔ اور جتنی بھی توانائیاں ہم دیکھتے، سنتے یا محسوس کرتے ہیں ان کا لہروں سے تعلق ہے۔ پس مادہ دکھائی دیتے ہوئے بھی ان کی کنہہ مادہ نہیں ہے بلکہ مادے سے وراء الوراء کچھ اور ایسا اول محرک ہے جس نے ان کو حرکت دی اور حرکت دے کر جب اس حرکت نے ایک جگہ اجتماع کر لیا اور یہ حرکت ایک منجمد صورت میں تبدیل ہو گئی تو اسے ہم مادہ کہتے ہیں۔ پس توانائی بھی مادے کی شکل ہے اور مادہ بھی توانائی ہی کی ایک شکل ہے۔ اب یہ مضمون سائنس کے لحاظ سے بہت وسعت رکھتا

ہے اور بہت گہرا اور باریک ہوتا چلا جاتا ہے مگر میں یہاں اس سے آگے نہیں بڑھتا بلکہ اس دائرے میں رہتے ہوئے اسے مزید کھولنے کی کوشش کرتا ہوں۔ اب جو آواز میری آپ سن رہے ہیں یہ اس لئے سن رہے ہیں کہ اس آواز کو ایک تموج نے پیدا کیا ہے۔ وہ تموج میرے گلے کے ان دھاگوں سے پیدا ہوا، ریشوں سے پیدا ہوا جو اللہ تعالیٰ نے آواز پیدا کرنے کی خاطر بنائے ہیں۔ اور ہونٹوں سے اور زبان سے اور گلے کے سوراخ سے جس کے ملنے اور الگ ہونے سے کچھ تموج پیدا ہوتے ہیں۔ ان سب تموجات کو ہم کانوں کے ذریعے سنتے ہیں اور کانوں کے اندر پردے ہیں جو بعینہ اسی طرح، اسی زیر و بم کے ساتھ متحرک ہو جاتے ہیں جو زیر و بم آپ کے بولتے وقت آپ کے گلے میں پیدا ہو رہا ہے یا ہونٹوں میں پیدا ہو رہا ہے یا زبان کے منہ کے اندر مختلف حصوں کے ملنے اور الگ ہونے سے پیدا ہو رہا ہے، گلے کے سوراخ کے تنگ ہونے اور کھلنے سے پیدا ہو رہا ہے۔ یہ سب تموجات ہیں جو آپ کے ذہن تک پہنچتے ہیں لیکن براہ راست نہیں۔ ایک کانوں کا پردہ آپ کو عطا ہوا ہے اس پردے پہ اگر ویسا ہی تموج پیدا ہو جائے جیسا کہ بات کرنے والے نے اس کو چلایا تھا تو وہ تموج پردے کو متحرک کر کے ایک ایسے حسی تار کے ذریعے دماغ تک پہنچتا ہے جس کو ہم Auditory Nerve کہتے ہیں یعنی سماعت کا وہ حسی ریشہ، Nerve کا ترجمہ میرے لئے اردو میں مشکل ہے لیکن مراد یہ ہے کہ وہ ریشہ جو کسی چیز سے بنا ہوا ہے اور وہ حسیات کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کے کام آتا ہے۔ اب وہ ریشہ بھی اس تموج کو غیر صوتی انداز میں دماغ تک منتقل کرتا ہے، پردے کی حد تک صوت ٹھہر گئی اس کے بعد جب وہ حرکت منتقل ہوئی تو ایسے صوتی ریشے میں منتقل ہوئی ہے جس نے اس آواز کے تموج کے مطابق خود لرزتے ہوئے اس پیغام کو بغیر شور کے آگے پہنچانا ہے۔ دماغ کے اندر جو اعصابی ریشے بے انتہا کام کر رہے ہیں، ان گنت میلوں کا سفر یہ حرکتیں ہر روز ہر وقت ہمارے دماغ میں کر رہی ہیں، ان کا کوئی شور نہیں ہے۔ اس لئے ایک صوتی نظام کو ایک بے آواز نظام میں تبدیل کیا گیا اور وہ تموج کی آخری شکل ہے جو ذہن سنتا ہے۔ یعنی سنتا ہے لیکن سنتا نہیں بھی ہے۔ کوئی شور نہیں، کوئی آواز نہیں مگر اس کا پیغام سمجھ جاتا ہے کیونکہ تموج کی شکل وہی ہے۔

نور کا اکثر حصہ غیب میں ہے۔ بہت تھوڑا ہے جو دکھائی دینے والے تموجات سے تعلق رکھتا ہے

اب یہ جو نظام ہے اس پہ غور کریں تو پھر آپ نور کی اس مثال کو بھی سمجھنے کی زیادہ اہلیت رکھیں گے، جو میں آپ کے سامنے رکھنے والا ہوں، جو قرآن کریم نے ہمارے سامنے بیان فرمائی ہے۔ جہاں گلے کی حرکت، آواز کا زور سے نکلنا، اس کی شدت جہاں تک اس میں قوت کے استعمال کا تعلق ہے یہ کیسے ہوا۔ اس کا آغاز ذہن سے ہوا اور ذہن میں کوئی شعور نہیں تھا۔ ذہن میں کوئی تصور ایسا نہیں تھا جسے محسوس کیا جا سکے، جسے دیکھا جا سکے، جسے سنا جا سکے۔ پس لطیف تر تموج پہلے پیدا ہوتا ہے اور پھر وہ کثیف یعنی گاڑھے اور مادی اور دکھائی دینے والے اور سنائی دینے والے تموج میں تبدیل ہو جاتا ہے یا محسوس ہونے والے تموج میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

اول طاقت جو پس پردہ ہے وہ بے آواز ہے۔ اور وہ طاقت جو ہم جانتے ہیں وہ آواز رکھتی ہے، ایک شور رکھتی ہے، ایک ہنگامے کی کیفیت رکھتی ہے۔ ایسی شدت بھی اختیار کر سکتی ہے کہ اس کے لرزنے سے بڑی بڑی عظیم چٹانوں میں دراڑ پڑ جائیں۔ یہ صوتی تموج ایسی عظیم قوت بھی اختیار کر سکتا ہے کہ جس کے لرزنے سے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ پس اصل توانائی ہے مگر جہاں سے توانائی شروع ہوئی ہے اس میں فی ذاتہ کوئی تموج دکھائی نہیں دے سکتا، کامل خاموشی ہے۔ اور وہ اول تموج کی وجہ ہے جو ذہن کے اندر پیدا ہو رہا ہے۔ اس لئے جب تک اسی قسم کے تموج میں اس ظاہری شور کو تبدیل نہ کیا جائے اسے بے آواز نہ بنایا جائے دماغ کا دماغ سے رابطہ نہیں ہو سکتا۔ پس ہر توانائی کی یہی مثال ہے جو دکھائی نہیں دے رہی، جو سنائی نہیں دے رہی، وہ محسوس کی جاتی ہے لمس کے ذریعے۔ پس لمس کے ذریعے جو احساس ہے وہ بھی گرمی کی صورت میں دماغ میں نہیں پہنچتا ورنہ دماغ میں آگ لگا دے۔ سوچنے والا دماغ ہے۔ اگر دماغ سے تعلق کاٹ دیں تو انگلی جو گرم چیز پر لگی ہے وہ بھسم ہو جائے گی اور اگر بہت گرم چیز ہو تو آناً فاناً غبار بن جائے گی لیکن اس کی گرمی دماغ تک نہیں پہنچے گی۔ دماغ تک نہ کوئی ٹھنڈ پہنچتی ہے، نہ کوئی گرمی پہنچتی ہے، نہ کوئی آواز پہنچتی ہے، نہ کوئی روشنی پہنچتی ہے۔ لیکن جو کچھ پہنچتا ہے وہیں پہنچتا ہے، وہاں نہ پہنچے تو کچھ بھی نہیں۔ اگر وہ تعلق توڑ دیں تو نہ روشنی کی کوئی حقیقت رہے گی نہ گرمی کی کوئی حقیقت رہے گی، نہ لمس کی طاقتوں سے محسوس ہونے والی چیزوں کی کوئی حقیقت رہے گی، نہ خوشبو کی حقیقت رہے گی، نہ ذائقہ کی حقیقت رہے گی۔ تو خدا تعالیٰ کی طرف حرکت اور خدا تعالیٰ کی طرف سے حرکت کو اس مضمون کو سمجھنے کے لئے انسان اگر اپنے نفس پر اور اپنی تخلیق پر غور کرے تو اس کو بہت مدد مل سکتی ہے اور اس کے بغیر انسان ان حقیقتوں کو پا نہیں سکتا۔ اب گرمی ہو اور خدا کا وجود بھی وہاں ہو، جہنم ہو اور خدا کا وجود بھی موجود ہو کیونکہ کوئی کائنات کا ایسا حصہ نہیں۔ جہاں خدا موجود نہیں جنت ہو سخت سردی ہو اور خدا کا وجود وہاں موجود ہو اور پھر ان سے بالا رہے اس کی اگر سو فیصدی نہیں اور یقیناً سو فیصدی نہیں تو سمجھانے کے لئے یہ مثال آپ کے کام آسکتی ہے کہ دماغ تک تو نہ آواز پہنچتی ہے، نہ گرمی پہنچتی ہے، نہ خوشبو پہنچتی ہے بلکہ اگر یہ ساری چیزیں وہاں پہنچ جائیں تو دماغ مختل ہو جائے اور دماغ کام کرنے کے قابل ہی نہ رہے۔

اس کی خدا تعالیٰ نے حفاظت فرمائی اور ان چیزوں کا مرکز ہونے کے باوجود اور ان چیزوں کے تصورات کی آماجگاہ ہونے کے باوجود ان چیزوں کے ذاتی اور براہ راست اثر سے اس کی حفاظت فرمائی گئی ہے۔ اور یہ چیز ہمیں بتاتی ہے کہ جس کو ہم مادہ سمجھ کر اتنی اہمیت دے رہے ہیں یہ مادہ فی ذاتہ کوئی حقیقت ہی نہیں رکھتا اگر شعوری موجوں میں تبدیل نہ ہو جائے۔ اور شعوری موجیں اپنی ذات میں بہت ہی لطیف چیزیں ہیں جن کی کنہہ کو آج تک انسان نہیں سمجھ سکا۔ آج تک اتنی ترقیات کے باوجود انسان کو ذوق کا بھی پوری طرح نہیں پتہ چل سکا کہ یہ کیا چیز ہے۔ بو کی حس کا بھی پوری طرح پتہ نہیں چل سکا کہ یہ کیا چیز ہے۔ اب تک جو ترقی ہوئی ہے اس کا تعلق سماعت سے ہے اور بینائی سے ہے۔ ٹیلی ویژن میں آپ سماعت کو بھی منتقل ہوتا دیکھتے ہیں اور بینائی سے تعلق رکھنے والی توانائیوں کو بھی دیکھ سکتے ہیں۔ مگر ٹیلی ویژن سے کبھی آپ کو خوشبو نہیں آئے گی، ٹیلی ویژن سے کبھی آپ کو مزہ حاصل نہیں ہوگا۔ کیونکہ خوشبو اور مزے پر ابھی انسانی علم اتنا محدود ہے اور اتنا سرسری، سرسری کے بھی کنارے پر کھڑا ہے کہ آج تک اس میں کوئی ترقی نہیں ہو سکی، کوئی سائنسی قدم ایسا آگے نہیں بڑھ سکا جو جس طرح قوت سماعت اور قوت بینائی کے متعلق حیرت انگیز کام انسان نے کئے ہیں اس میں بھی کر سکے۔ اسی لئے میں بارہا احمدی سائنٹسٹس کو توجہ دلا چکا ہوں کہ یہ دو میدان آپ کے لئے خالی پڑے ہیں۔ پہلے دو میدانوں پر عیسائیت نے قبضہ کر لیا اور یہ دو لطیف تر میدان ہیں جو زیادہ رفعتوں سے تعلق رکھتے ہیں اور زیادہ گہرائیوں سے تعلق رکھتے ہیں کیونکہ ان کا شعور براہ راست مادی شعور سے اتنا قریب نہیں ہے جتنا سماعت کا شعور مادی شعور سے قریب تر ہے اور بینائی کا شعور مادی شعور سے قریب تر ہے۔ یہ ابھی انسانی عقل کی پہنچ سے بہت دور کی باتیں ہیں اس لئے جماعت کو ان پر غور کرنا چاہئے اور یہ سارے نور ہیں۔

پس میں جو آپ سے نور کی بات کرتے کرتے آپ کو سماعت کی طرف لے گیا یا قوت ذائقہ کی طرف لے گیا یا خوشبو کی طرف لے گیا تو یہ نہ سمجھیں کہ میں بات کرتے کرتے بہک گیا ہوں۔ یہ تمام باتیں نور سے تعلق رکھتی ہیں اور نور کی جو بنیادی تعریف قرآن کریم نے پیش فرمائی ہے اس میں اس کا دکھائی دینا شامل نہیں ہے بلکہ جو دکھائی دیتا ہے وہ دراصل نور کا پردہ ہے۔ اصل نور اللہ تعالیٰ کی ذات ہے یا اس کی ذات سے پھوٹتا ہے اور وہ نور صفات ہے۔ اور وہ نور صفات اس ظاہری نور سے بعض مشابہتیں رکھتا ہے جسے ہم نور سمجھتے ہیں۔ نور صفات سے ظاہری مشابہتیں مثلاً یہ ہیں کہ جو ظاہری نور ہے جس کو ہم سفید روشنی کی طرف، جس طرح وہ دیکھیں آپ کے سامنے وہ ٹیوبز جل رہی ہیں سورج کی روشنی کے مشابہ سفید روشنی پیدا کر رہی ہیں، ان پر غور کریں تو ان میں ایک روشنی تو نہیں ہے، ان میں کئی قسم کی روشنیاں ہیں۔ اور ہر روشنی کی لہروں کے مزاج کا فرق ان کے مختلف رنگ ظاہر کرتا ہے اور ان کے کامل امتزاج سے وہ چیز نکلتی ہے جس کو عرف عام میں نور کہا جاتا ہے۔

اللہ کا نور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے عرفان کے مطابق ظاہری نور نہیں تھا ورنہ ظاہری نور کو تو ہر ایک شخص دیکھ سکتا ہے۔ اللہ کا نور اس نوعیت کا ہے جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں کہ انسان اس کو دیکھ نہیں سکتا

پس "اللہ نور السماوات والارض" کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان تمام صفات کاملہ کا جامع ہے جن کے کامل امتزاج کا نام نور ہے۔ جیسے روشنی کی لہروں کو جو مختلف درجوں سے تعلق رکھتی ہیں، مختلف شکلوں سے تعلق رکھتی ہیں، اگر ایک خوبصورت توازن میں ڈھال کر اکٹھا کر دیا جائے تو وہ سفید روشنی جس کو ہم نور کہتے ہیں وہ بن جائے گی۔ ورنہ الگ الگ ہوں یا چھوٹے دائروں میں ہوں تو کہیں وہ نیلی دکھائی دے گی، کہیں سبز دکھائی دے گی، کہیں Violet دکھائی دے گی، کہیں Ultra Violet دکھائی دے گی، کہیں ایسی شکلیں اختیار کرلے گی کہ جن میں حدت یعنی گرمی تو ہے، نار کے مشابہ زیادہ ہے مگر نور نہیں ہے یعنی دکھائی نہیں دیتا۔ کہیں وہ لہریں ایسی شکل اختیار کرلیں گی کہ جسے انسان تو نہیں دیکھ سکتا مگر شہد کی مکھیاں دیکھ رہی ہیں۔ جسے شہد کی مکھیاں تو نہیں دیکھ سکتیں مگر بعض پرندے دیکھ رہے ہیں، بعض پرندے تو نہیں دیکھ رہے مگر بعض کیڑے مکوڑے دیکھ رہے ہیں۔ تو آگے پھر اس نور کی بے شمار قسمیں ہیں جسے ہم ایک روشنی سمجھتے ہیں۔ رنگوں کے لحاظ سے پانچ بنیادی رنگوں میں سائنس دانوں نے اسے تقسیم کیا ہے اور یا کم و بیش ہونگے۔ سات رنگ بتاتے ہیں ان کے اندرونی ادل بدل اور ملنے جلنے سے جو پیدا ہوتے ہیں۔ مگر پانچ سات کی بحث نہیں ہے اگر آپ روشنی کے مزاج کو سمجھنے کے لئے، اس کی لہروں پہ زیادہ غور کریں اور ان کے اندرونی فرق کو دیکھیں تو اس میں اور بھی بہت سی چیزیں ایسی دکھائی دیں گی جو اس نور کا ایک لازمی حصہ ہیں، جو ایک اجتماعی شکل میں اس کو سورج کی روشنی کے طور پر ہمارے سامنے لاتے ہیں۔ مگر یہ وہ نور نہیں ہے جو اللہ کا نور ہے۔ یہ وہ نور ہے جو اللہ کے نور سے پیدا ہوا ہے۔ اس لئے وہ تاریک کائنات جو انسان کو دکھائی نہیں دیتی وہ بھی اللہ کا نور ہے۔ کیونکہ یہ نہیں فرمایا کہ سماوات والارض میں سے بعض چیزیں اللہ کا نور ہیں اور بعض نہیں۔ یا بعض چیزوں کا اللہ نور ہے، یہ کہنا چاہئے، قرآن تو یہ فرمارہا

ہے کہ بعض چیزوں کا اول محرک اللہ ہے۔ اول اللہ نور ہے اور وہ ثانوی ہیں بلکہ ساری کائنات میں جو Dark Matter ہے جس میں انسان کو کوئی بھی ایسا تموج دکھائی نہیں دیتا جسے وہ روشنی کہہ سکے اندھیرا دکھائی دیتا ہے اس کو۔ مگر جب توانائی ہے تو تحرک اس میں ضرور ہے۔ جب توانائی ہے تو تموج ضرور ہے۔ اس تموج کو بھی اللہ نور ہی قرار دے رہا ہے یعنی نور سے پیدا شدہ مگر فی ذاتہ اللہ کا نور نہیں ہے۔

اس کی بہت سی لطیف تفاسیر ہمیں حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے ارشادات میں ملتی ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عارفانہ تفاسیر میں دکھائی دیتی ہیں۔ میں اس عمومی تمہید کے بعد پھر ایک ایک چیز لے کر آپ کے سامنے کھولوں گا۔ سب سے پہلی بات یہ ہے جو اللہ کے نور کی اصل ماہیت ہے اس کی کسی کو کوئی خبر نہیں اور اس کی صرف مثالیں ہی ہیں جو بیان ہو سکتی ہیں۔ بعض احادیث سے یہ شک پڑتا ہے کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو اللہ کے نور کی ماہیت کا دیدار ہوا ہے مگر بعض دوسری احادیث نے اس پر مزید روشنی ڈال کر اس شک کا خود ازالہ فرما دیا ہے۔ میں ایسی ہی پہلی نوعیت کی ایک حدیث صحیح مسلم کتاب الایمان سے آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

اصل نور اللہ تعالیٰ کی ذات ہے یا اس کی ذات سے پھوٹتا ہے اور وہ نور صفات ہے۔ اور وہ نور صفات اس ظاہری نور سے بعض مشابہتیں رکھتا ہے جسے ہم نور سمجھتے ہیں

حضرت عبداللہ بن شقیق جو تابعی تھے، صحابی نہیں تھے، بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اگر میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو دیکھا ہوتا تو میں آپ سے ایک سوال ضرور کرتا۔ حضرت ابوذر غفاریؓ نے فرمایا کہ بتاؤ تو سہی وہ کیا سوال تھا جو تم کرتے اگر تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو دیکھا ہوتا۔ تو اس نے کہا میں رسول اللہؐ سے یہ سوال کرتا اگر میں نے ان کو دیکھا ہوتا کہ کیا آپ نے خدا کو دیکھا ہے؟ اور دیکھنے کا تعلق اس رنگ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے وسیلے سے خدا تک پہنچا دیا۔ ابوذر غفاریؓ نے کہا کہ تمہارے نہ دیکھنے کا کوئی فرق نہیں پڑا۔ میں نے دیکھا ہے اور میں نے خود یہ سوال کیا تھا اور جب میں نے سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے جواب دیا "رایت نوراً" میں نے ایک نور دیکھا ہے یعنی ایک قسم کا نور دیکھا ہے۔

کیا مراد یہ تھی کہ میں نے اللہ کا نور اس کی ماہیت کے لحاظ سے دیکھ لیا ہے، یہ ایک انسان کے ذہن میں خیال ابھر سکتا ہے۔ اس کا جواب بخاری کی حدیث میں حضرت ابوذرؓ سے ہی مروی ہے۔

"اللہ نور السماوات والارض" کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان تمام صفات کاملہ کا جامع ہے جن کے کامل امتزاج کا نام نور ہے

دوسری حدیث بھی مسلم ہی کی ہے، بخاری کی نہیں۔ حضرت امام مسلم نے ایک باب میں دو حدیثیں باندھی ہیں، میرے ذہن پہ یہ تاثر تھا کہ وہ بخاری کی حدیث ہے جب میں نے چیک کیا ہے تو بخاری کی نہیں وہ مسلم ہی کی دوسری حدیث ہے۔ ایک حدیث میں حضرت ابوذر غفاریؓ سے یہ روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے جواب دیا میں نے ایک نور دیکھا ہے۔ دوسری حدیث میں یہ روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں میں نے جب پوچھا کہ آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے، آپؐ نے فرمایا وہ تو نور ہے میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں۔ "قَالَ هُوَ نُورٌ اَنّٰى اَرَاهُ" تو نوراً جو لفظ تھا وہ دراصل "نور" تھا جو فرمایا! اور "انّٰی" کا جو حصہ ہے وہ ایک راوی بھول گیا اور دوسرے راوی نے اس کو مکمل کر دیا۔ یہ پوری شکل بنی ہے اب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تو نور ہے میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں۔

اس حدیث نے ایک اور مضمون سے بھی پردہ اٹھایا ہے کہ اللہ کا نور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے عرفان کے مطابق ظاہری نور نہیں تھا ورنہ ظاہری نور کو تو ہر ایک شخص دیکھ سکتا ہے۔ ظاہری نور ہی کے ذریعے دیکھتے ہیں، ظاہری نور ہی کو دیکھتے ہیں۔ چاند سورج کو دیکھتے ہیں مگر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ان کے نور کو خدا کا نور ان معنوں میں قرار نہیں دے رہے کہ گویا اس نور کو دیکھنا خدا کا دیکھنا ہے۔ اللہ کا نور اس نوعیت کا ہے جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں کہ انسان اس کو دیکھ نہیں سکتا۔ پھر یہ نور کیا ہے جو ہمیں دکھائی دیتا ہے؟ اس کے متعلق یاد رکھنا چاہئے کہ ایک دوسری حدیث میں یہ ذکر موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ نور، خدا تعالیٰ کا حجاب ہے۔ خدا تعالیٰ کی صفات کا پردہ ہے یعنی جن کے پیچھے اللہ چھپا ہوا ہے۔ جو تمہیں ظاہری روشنی سورج کی دکھائی دیتی ہے تم اس کو نور سمجھ رہے ہو۔ یہ حجاب ہے جو صفات باری تعالیٰ پر ہے اور خدا اس سے پرے ہے اور خود یہ نور نہیں ہے۔ یہ وہ ابتدائی باتیں ہیں نور سے متعلق جن کو آپ کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔

کچھ نور ہے جو باطن میں ہے جو ہر چیز کی اصلی وجہ ہے جس سے ہر چیز پیدا ہوتی ہے اور وہ نور ہے جو انسان اپنی عام آنکھ سے دیکھ ہی نہیں سکتا اور اصل وہ نور ہے اور دوسرے سب نور ایک ظاہر میں دکھائی دینے والی کچھ حقیقتیں ہیں

اب میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض حوالے آپ کے سامنے رکھتا ہوں جو اس مضمون کو مزید آپ پر کھولتے چلے جائیں گے۔ آپ فرماتے ہیں:-

"قرآن شریف میں تمام صفات کا موصوف صرف اللہ کے اسم کو ہی ٹھہرایا ہے تا اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ اللہ کا اسم تب متحقق ہوتا ہے جب تمام صفات کاملہ اس میں پائی جائیں۔ پس جب کہ ہر ایک قسم کی خوبی اس میں پائی گئی تو حسن اس کا ظاہر ہے۔ اسی حسن کے لحاظ سے قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ کا نام نور ہے۔ جیسا کہ فرمایا ہے "اللہ نور السماوات والارض" یعنی اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کا نور ہے۔ ہر ایک نور اسی کے نور کا پرتوہ ہے"۔

(ایام الصلح، روحانی خزائن [مطبوعہ لندن] جلد ۱۴ صـ ۲۴۷)

یعنی اپنی ذات میں وہ خدا کا نور نہیں ہے۔ خدا کا ایک عکس ہے جو اس پردے پر ظاہر ہوتا ہے۔ اور وہ عکس اس طرح کا بھی نہیں جیسے مادی عکس ہو یعنی مراد اس کی یہ ہے۔ توانائی کا مضمون آپ کو سمجھانے کا مقصد یہ تھا تاکہ ان لطیف باتوں کو آسانی سے سمجھ سکیں۔ توانائی کا آخری منبع اور اول منبع اللہ تعالیٰ ہے۔ ہر قسم کی حرکت، ہر قسم کا تموج خدا کی ذات کے ارادے سے پیدا ہوتا ہے۔ جس طرح آپ کا ارادہ آپ کے بدن کو جنبش دیتا ہے، آپ کے گلے کی صوتی تاروں کو جنبش دیتا ہے اور وہی ارادہ ہے جو جنبشیں بن بن کر دوسرے انسانوں کے ذہن میں منتقل ہوتا ہے اور وہاں پہنچ کر ظاہری جنبش میں دکھائی نہیں دیتا۔ کچھ اور قسم کی چیز ہو جاتی ہے، لطیف تر ہو جاتا ہے۔ تو لطافت سے آغاز ہوا، لطافت تک پہنچا اور اس کے بغیر ایک جگہ کی کیفیت کو دوسری جگہ منتقل کرنا ناممکن ہے۔ جس لطافت سے کسی چیز کا آغاز ہوا ہے جب تک دوبارہ اس لطافت میں اس کو تبدیل نہ کریں اس کا دوسری جگہ انتقال ممکن نہیں ہے یعنی معنی خیز نہیں رہتا، ایک بے معنی انتقال ہو جاتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ اول ہے جس کا ارادہ، جس کی قوت فیصلہ، جس کی چاہت یا جس کی ناپسندیدگی جو بھی شکلیں اختیار کرتی ہیں وہ ساری کائنات ہے۔ تمام کائنات اس ابتدائی تموج سے پیدا ہوتی ہے جس کو تموج کہنا بھی ایک انسانی کلام کی مجبوری ہے۔ جس طرح ہمارے ہاں دکھائی دینے والا تموج، محسوس ہونے والا تموج خواہ وہ آواز سے تعلق رکھتا ہو یا روشنی سے تعلق رکھتا ہو، جب تک ظاہر ہے اس وقت تک کسی نہ کسی صورت میں لطیف ہونے کے باوجود اسے تموج کہا جا سکتا ہے۔ لیکن وہ جگہ جہاں سے تموج شروع ہوا، جہاں پہنچ کر دوبارہ اپنی اصلیت کی طرف لوٹتا ہے وہاں کم سے کم لطیف ترین تموج ہے۔ اتنا ہلکا کہ ظاہری تموج کو اس تموج سے کوئی نسبت ہی دکھائی نہیں دیتی۔ آپ کی آواز سے پہلے جو آپ کا خیال تھا اگر تموج نہ ہو تو خیال پیدا نہیں ہو سکتا۔ لیکن اتنا خاموش کہ آپ زندگی بھر چاہیں سوچتے رہیں ساتھ بیٹھے ہوئے آدمی کو آواز سنائی نہیں دے گی۔ لیکن جب وہ تموج آواز میں ڈھلتا ہے تو کہیں ہلکی نحیف آوازوں میں بھی ڈھلتا ہے، کہیں پر شوکت اور بلند آوازوں میں ڈھل جاتا ہے۔ اب اذانیں بھی آپ نے مختلف سنی ہیں ہمارے مبارک ظفر صاحب ناروے میں اذان دیا کرتے تھے تو لگتا تھا تکبیر کہہ رہے ہیں اور تکبیر غور سے سننی پڑتی تھی۔ اب چوہدری آفتاب صاحب ہیں۔ تکبیر کہیں تو لگتا ہے اذان دے رہے ہیں۔ لیکن دونوں کے ذہن میں تموج کی قوتوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ویسا ہی تموج ہے اور کوئی آواز کسی کی سنائی نہیں دیتی۔ تو ذات باری تعالیٰ کا نور ہونا یہ معنے رکھتا ہے کہ تمام کائنات اس کے ارادے، اس کے فکر سے تعلق رکھتی ہے اور اس کے بغیر کائنات میں کسی چیز کا ہونا ناممکن ہے، ہو ہی نہیں سکتی۔

خدا کا نور سمجھنا ہے تو خدا کی اس تخلیق کے حوالے سے سمجھیں جس کے متعلق اللہ فرماتا ہے "اللہ نور السماوات والارض" اللہ زمین و آسمان کا نور ہے

پس نور بمعنی توانائی ہے۔ نور بمعنی اس روشنی کے نہیں ہے جو آپ کو ظاہری آنکھوں سے دکھائی دیتی ہے۔ اور اب روشنی کی ظاہری تصویر اگر اپنے سامنے رکھ لیں تو ایک اور بات واضح طور پر سمجھ آ جائے گی۔ میں نے بیان کیا تھا کہ سائنس دان تو یہ بتاتے ہیں کہ اس روشنی میں جو تموج کی قسمیں ہیں جن کو ہم رنگ کہتے ہیں وہ پانچ رنگ ہیں یا بعض تین بھی کہتے ہیں، سات ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اگر آپ ان کا تجزیہ کریں تو اس میں بہت زیادہ رنگ ہیں۔ جب سائنس دان چند رنگ بیان کرتے ہیں تو ان کی مراد صرف اتنی ہوتی ہے کہ انسانی آنکھ جن رنگوں کو دیکھ سکتی ہے وہ اتنی قسم کے تموجات سے تعلق رکھتے ہیں۔

بہت سی ایسی لہریں ہیں جن کی توانائی کو ہماری آنکھ دیکھ ہی نہیں سکتی۔ اور بعض نہ دکھائی دینے والی لہریں اتنی شدید ہیں کہ اگر آنکھ میں پڑیں تو آناً فاناً آنکھ کو اندھا کر دیں، اس کو جلا کر خاکستر کر دیں۔ پس جہاں تک دیکھنے کا تعلق ہے یہ بچکانہ خیال ہے کہ جو چیز دکھائی دے وہی زیادہ عظمت والی، وہی زیادہ قابل یقین ہے۔

> **نور ضروری نہیں کہ دکھائی دے بلکہ جتنا لطیف ہوگا اتنا ہی نہ دکھائی دینے والا ہوگا۔ اور نہ دکھائی دینا اس کے عدم کی دلیل نہیں ہے بلکہ بسا اوقات یہ عظیم تر ہوتا ہے جب دکھائی نہیں دیتا**

امر واقعہ یہ ہے کہ توانائی کی جتنی قسمیں ہیں ان میں سے سب سے زیادہ قوی اور سب سے زیادہ غیر معمولی قوتوں کا سرچشمہ وہ چار چیزیں ہیں جو ہمیں دکھائی نہیں دیتیں۔ روشنی آپ کو دکھائی دیتی ہے آپ کا کہاں نقصان کرتی ہے۔ مگر X--Rays کی قسمیں ہیں یا Radiation کی بعض قسمیں ہیں جو وجود کے ذرے ذرے کو ہلا کے رکھ دیتی ہیں۔ انسانی تخلیق کا نظام بگاڑ کے رکھ دیتی ہیں، انسانی وجود کو پارہ پارہ کر دیتی ہیں۔ تبھی ریڈیائی طاقت سے جتنا انسان ڈرتا ہے اتنا کسی ظاہری طاقت سے نہیں ڈرتا۔ وہ بم جو بڑے دھماکے کے ساتھ پھٹتے ہیں جن کے ذریعے ظاہری زلزلے پیدا ہوتے ہیں وہ بم بظاہر دیکھنے میں کتنے ہی مرعوب کرنے والے ہوں مگر Radiation ایک دفعہ ظاہر ہو جائے تو پھر نہ آواز رکھتی ہے، نہ رنگ رکھتی ہے، نہ بو رکھتی ہے لیکن ہلاکت خیزی میں ان ظاہری پھٹنے والے بموں سے بہت زیادہ ہے۔ روس کے علاقے میں چرنوبل میں ایک حادثہ ہوا تھا جس کے نتیجے میں ان کا Atomic Plant پھٹ گیا اور آج تک اس واقعہ کے بعد خاموش لہریں۔ بے آواز لہریں۔ نظر نہ آنے والی لہریں زندگی کے ساتھ ایک ہلاکت خیز کھیل کھیل رہی ہیں۔ ایسے دردناک نظارے ہیں ان بچوں میں جو اس خاموش طاقت سے متاثر ہو کر پیدا ہوئے کہ ان کا پورا نظام درہم برہم ہو کے رہ گیا ہے۔ کہیں عجیب و غریب قسم کے اعضاء نئے نئے ظاہر ہونے شروع ہو گئے ہیں، کئی اعضاء بالکل مارے گئے۔ صرف یہی نہیں بلکہ محسوسات کی دنیا میں بھی ان کے لئے طرح طرح کے عذاب مہیا ہو چکے ہیں، جن کو دیکھنا، جن کو محسوس کرنا اگر انسان میں احساس کی طاقت ہو بڑا مشکل کام، بڑا صبر آزما کام ہے۔

تو نور کے تعلق میں یہ بھی یاد رکھیں کہ نور ضروری نہیں کہ دکھائی دے بلکہ جتنا لطیف ہوگا اتنا ہی نہ دکھائی دینے والا ہوگا۔ اور نہ دکھائی دینا اس کے عدم کی دلیل نہیں ہے بلکہ بسا اوقات یہ عظیم تر ہوتا ہے جب دکھائی نہیں دیتا۔ زیادہ قوی ہو جاتا ہے جب دکھائی نہیں دیتا۔ اور موجودات کی دنیا میں جو خدا کا نور ہے، نور کا اکثر حصہ غیب میں ہے۔ بہت تھوڑا ہے جو دکھائی دینے والے تموجات سے تعلق رکھتا ہے۔ تبھی یہ نور ہی کی تعریف ہے جب فرمایا کہ "الذین یومنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ و مما رزقنٰھم ینفقون" (البقرہ: ۴)۔ اگر حاضر فرماتا اللہ تعالیٰ تو بظاہر مضمون زیادہ طاقت ور ہوتا کہ خدا کو ہر وقت حاضر دیکھ کر وہ عمل کرتے ہیں کیونکہ حاضر سے انسان ڈرتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ متقی کی تعریف، ڈرنے والے کی تعریف یہ ہے کہ حاضر سے پرے دیکھے تو حیران رہ جائے گا کہ جو نہ دکھائی دینے والا ہے وہ اتنا طاقت ور ہے کہ اس کے تصور کے بعد کسی بے عملی کا سوال ہی باقی نہیں رہنا چاہئے۔ عمل کی ہر طاقت اس نور غیب سے عطا ہوتی ہے جو انسان کو دکھائی نہیں دیتا جو انسان کو محسوس نہیں ہوتا۔

پس عظیم الشان کتاب ہے جس نے ایمان کی یہ تعریف فرما دی "الذین یومنون بالغیب" اور اس کے معاً بعد نتیجہ یہ نکالا "ویقیمون الصلوٰۃ و مما رزقنٰھم ینفقون" اس کی غیب کی طاقت کا ایسا اثر ان کے دلوں پر، ان کے دماغ پر، ان کے حواس پر پڑتا ہے کہ اس سے مرعوب ہو کر بلا توقف عبادت گزار ہو جاتے ہیں، نمازیں قائم کرتے ہیں۔ اور اس غیب کے اثر سے اور اس کی محبت اور اس کی طمع اور اس کے خوف سے وہ پھر جو خود اپنا ہے وہ غیروں کو دینے لگتے ہیں تاکہ وہ جو غیب ہے وہ اپنا ہو جائے۔ اور یہ مضمون ہے "و مما رزقنٰھم ینفقون" میں جو جاری و ساری سلسلہ ایک چلتا ہے۔ اور جتنا یہ جاری ہوتا ہے غیب کے تعلق میں اتنا غیب قریب ہوتا جاتا ہے۔ جتنا غیب کا تصور عبادتوں پر انسان کو آمادہ کرتا ہے اور غیب کو انسان جتنا طاقتور سمجھتا ہے اتنا ہی اس کی نمازیں قوی ہوتی چلی جاتی ہیں۔

> **جب تک کائنات پر غور نہیں کرتے "نور السماوات والارض" کو کس طرح سمجھ سکتے ہیں اور نور السماوات والارض کو صرف اسی حد تک سمجھتے ہیں یا سمجھ سکتے ہیں جس حد تک کائنات کا شعور حاصل کرنے کی خدا تعالیٰ نے صلاحیت بخشی ہے۔**

پس نور کوئی ایسی فرضی چیز نہیں ہے جو ماوراء الوراء ہونے کے بعد ہم سے بے تعلق ہو جاتا ہے بلکہ اس کا ماوراء الوراء ہونا یعنی دکھائی دینے کے پردے سے پرے اور اس سے بھی پرے ہونا اس کی طاقتوں میں اضافہ کرتا چلا جاتا ہے یہاں تک جب وہ وجہ اول بن جاتا ہے تو وہاں انسان کی عقل کا کوئی دخل نہیں ہے۔ بڑے بڑے فلسفی وہاں پہنچ کر خاموش ہو جاتے ہیں۔ اور اس میں دنیا دار فلسفیوں کی بات کر رہا ہوں، مذہبی فلسفیوں کی بات نہیں کر رہا۔ خاموش ہو جاتے ہیں یہ کہہ کر کہ یہاں تک ہماری عقل کی رسائی تھی۔ یہاں ایک انگلی دکھائی دے رہی ہے جو اس سے پرے اشارہ کر رہی ہے پس ہماری عقل نے یہ نتیجہ نکالا کہ وہی وجہ اول ہے۔ وہ وجہ اول کیا ہے ہم نہیں سمجھ سکتے۔ ہماری عقل نے یہ نتیجہ نکالا کہ یہ وجہ اول پیدا کرنے والی تو ہے، پیدا نہیں ہوئی۔ کیونکہ جس مقام تک ہماری عقل کو رسائی ہوئی اس وقت تک یہ مرحلے طے ہو چکے ہیں کہ جہاں تک ہم نے دیکھا یہ باتیں ثابت ہو گئیں کہ وجہ اول وہ نہیں ہے جس کو ہم سمجھ سکے ہیں یا دیکھ سکتے ہیں یا محسوس کر سکتے ہیں یا سن سکتے ہیں۔ بلکہ وجہ اول ان محسوسات سے پرے ہے اور یقیناً وہ خالق بھی ہے۔ کیونکہ یہ چیزیں جو ہم نے محسوسات کی دنیا میں دیکھی ہیں، یہ ہمیشہ سے نہیں ہیں۔ اس لئے جو ہمیشہ سے نہیں ہے وہ لازماً مخلوق ہے۔ اور جو خالق ہے وہ لازماً مخلوق نہیں ہے۔ کیونکہ اگر وہ مخلوق ہوگا تو ہمیشہ سے نہیں ہوگا اور پھر اس کا وجود ہی ناممکن ہو جائے گا۔

یہ ایک منطقی باریک استدلال ہے جس کے نتیجے میں ارسطو تھا یا افلاطون تھا یا بعد میں آنے والے بعض یورپین فلاسفرز تھے سب نے یہی نتیجہ نکالا کہ وجہ اول سب سے کم متموج ہے۔ بلکہ جو قدیم فلسفی ہیں انہوں نے کہا وجہ اول میں تموج کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے لیکن وہ تموج کا خالق ہے۔ یہاں تک اس کو غیر متحرک قرار دیا گیا اس خطرے سے کہ اگر تموج ہے تو توانائی کا ضیاع بھی ہوگا اور توانائی کا ضیاع ہوگا تو وہ چیز ازلی ابدی نہیں ہو سکتی۔ اس کے تموج کے نتیجے میں وہ ضرور کچھ نہ کچھ گھٹتی ہے۔ اور یہ بھی ایک ایسا مضمون ہے جسے Physists خوب اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ ساری کائنات اپنی مجموعی قابل استعمال توانائی میں کم ہو رہی ہے اور اس کی وجہ تموج ہے۔ تو کہتے ہیں تموج پیدا کرنے والی ذات کو خود تموج سے پاک ہونا ہوگا ورنہ وہ نہ وجہ اول بن سکتی ہے اور نہ دائمی کہلا سکتی ہے۔ اور اس منزل کی طرف جاتے وقت یہ سفر جو چھوٹا سا میں نے آپ کو کروایا ہے آغاز میں، اس سفر کو دوبارہ ذہن میں حاضر کر لیں کہ ظاہری تموج سے وجہ اول کی طرف جو آپ نے حرکت اپنی دنیا میں کی ہے وہاں وجہ اول کا تموج اس کے مقابل پر اتنا خفیف ہے کہ کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔ لیکن وہ خفیف تموج اتنی زبردست قوتیں پیدا کر دیتا ہے کہ ارد گرد ماحول میں ایک ہیجان برپا کر دیتا ہے۔ اور صرف وقتی طور پر ہی نہیں دور رس نتائج اس کے نکلتے ہیں۔ ایک خیال پیدا ہوتا ہے اور وہ خیال دنیا کے خیالات پر اثر انداز ہو جاتا ہے۔ ان خیالات کے نتیجے میں لاکھوں کروڑوں بدن متحرک ہو جاتے ہیں۔ وہ لاکھوں کروڑوں بدن آگے ورثے میں ان خیالات کو اس طرح چھوڑتے ہیں کہ آنے والی نسلیں پھر متموج ہوتی چلی جاتی ہیں، متحرک ہوتی چلی جاتی ہیں۔ اور ایک خیال جو اپنی ذات میں معمولی حرکت، اگر حرکت تھا بھی تو معمولی سی حرکت تھا، کتنی بڑی بڑی حرکتیں پیدا کر دیتا ہے۔ عالمی جنگوں کے اندر دیکھیں کتنا تموج ہے، کتنی بربادی ہے، کتنی ہلاکت خیزی ہے، کیسے کیسے حیرت انگیز زلزلے دنیا پر وارد ہو جاتے ہیں۔ انسانی دنیا پر بھی، حیوانی دنیا پر بھی، جسمانی دنیا پر بھی۔ لیکن جس ذہن میں یہ خیال پیدا ہوا ہے وہ ذہن جو طاقت کے سرچشمے پر واقع تھا۔ اس ذہن کی حرکت کو آپ ماپیں تو جو توانائی آخر اس سے پھوٹی ہے، اس کے ساتھ اس کو کوئی بھی نسبت نہیں۔ اور اس کی مثال صرف انسانی سوچوں سے تعلق نہیں رکھتی، انسانی سوچوں کے ذریعے صرف نہیں دی جا سکتی بلکہ مادی دنیا میں بھی فزکس نے جن چیزوں کا انکشاف کیا ہے ان میں بھی نور کی یہ تشریح جو میں بیان کر رہا ہوں اس طرح دکھائی دیتی ہے کہ جو کشش ثقل ہے جو تمام توانائیوں کا ماخذ سمجھی جاتی ہے، ابھی تک سائنس دان چار قسم کی توانائیوں کو تین میں تو تبدیل کر چکے ہیں یعنی ان کو تین اکائیوں میں تو دیکھ رہے ہیں جیسا کہ ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کے عظیم الشان کام اور ان کے ساتھی کے کام کے نتیجے میں اب چار کی بجائے تین توانائیوں کا تصور رہ گیا ہے۔ مگر جانتے ہیں کہ آخر پہ ایک ہی نکلے گا۔ یہ جانتے ہیں کہ کشش ثقل ہی ہے جو ان توانائیوں کی ماں ہے اور کشش ثقل سب سے کم متحرک ہے۔ کشش ثقل کی حرکت کے متعلق ہی Debate ہے کہ اس میں حرکت ہے بھی کہ نہیں۔ بالکل خاموش، متموج کا تو سوال ہی ان کو دکھائی نہیں دیتا۔ اس لئے بعض لوگ تو اسے صرف فیلڈ (Field) ہی کہتے ہیں اور ایسی فیلڈ جس میں کوئی حرکت، کوئی تموج نہیں ہے۔ اگر وہ تموج مانیں تو آگے مشکلات پیدا ہو جاتی ہیں۔ مگر تموج کس قسم کا ہے۔ مشکل یہ ہے کہ کشش ثقل کے ذریعے جتنی توانائی ہم پیدا ہوتی دیکھ رہے ہیں سائنس کے اصول سے اتنی ہی خرچ بھی ہونی چاہئے مثلاً زمین ہے وہ اپنے مرکزی نقطے کی طرف ہر چیز کو کھینچ رہی ہے اور اتنی غیر معمولی طاقت سے کھینچ رہی ہے کہ اب سارے پہاڑ چمٹے پڑے ہیں، انسان جتنی مرضی چھلانگ لگائے پھر آخر زمین پہ آجاتا ہے۔ اور ارد گرد گزرنے والے سیاروں کو، ارد گرد گزرنے والے فلکی اجرام کو یہ اپنی طرف کھینچ لیتی ہے اور زمین کی کشش بالکل معمولی ہے۔ یہ کشش اگر بڑھ جائے تو کائنات میں ایک ہنگامہ برپا کر دیتی ہے۔ ایسے ایسے ستاروں کو، بعض ستارے اپنی کشش سے اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں جن کا فاصلہ ان سے لاکھوں سال کے فاصلے پر ہوتا ہے۔ لاکھوں سال توانائی سفر کرے اور اس کی کوئی حد نہیں ہے جتنا ایسے ستاروں کا پیٹ بھرے گا جو Black Hole میں تبدیل ہو جاتے ہیں یعنی وہاں بھی توانائی نہ دکھائی دینے والی ہے۔ اور عجیب بات ہے کہ یہ بھی ایک مثال ہے نور کی کہ جہاں سب سے زیادہ نور کی شدت ہے وہ سب سے زیادہ نہ نظر آنے والی چیز ہے۔ اس کا نام ہی Black Hole ہے۔ نہ دکھائی دیتا، نہ سنائی دیتا، نہ چکھا جا سکتا، نہ

محسوس کیا جاسکتا اور ایسی قوت ہے کہ اس کے دھماکے ہی سے بالآخر کائنات پیدا ہوئی ہے۔

> ذات باری تعالیٰ کا نور ہونا یہ معنی رکھتا ہے کہ تمام کائنات اس کے ارادے، اس کے فکر سے تعلق رکھتی ہے اور اس کے بغیر کائنات میں کسی چیز کا ہونا ناممکن ہے۔

تو خدا کا نور سمجھنا ہے تو خدا کی اس تخلیق کے حوالے سے سمجھیں جس کے متعلق اللہ فرماتا ہے "اللہ نور السموات والارض" اللہ زمین و آسمان کا نور ہے۔ یہ بیان سن کر آپ کو کیا سمجھ آئے گا اگر السماوات والارض پر غور نہیں کرتے۔ تبھی اللہ تعالیٰ اولوالالباب کی تعریف میں یہ بات داخل فرما دیتا ہے۔ "ان فی خلق السموات والارض واختلاف الیل والنھار لآیات لاولی الالباب" زمین و آسمان کی پیدائش میں اور رات اور دن کے بدلنے میں حیرت انگیز نشانات ہیں، عظیم نشانات ہیں "لآیات" کن لوگوں کے لئے؟ جو اولوالالباب ہیں، جن کو خدا نے عقلیں عطا فرمائی ہیں۔ اور صاحب عقل انسان وہ نہیں ہے جو محض خشک سائنس دان ہے۔ کیونکہ وہ اپنے تلاش کے سفر کو کناروں پر ختم کر دیتے ہیں اور نیچے اتر کر اس کی ماہیت جو نور کے پردوں کے پرے دکھائی دینی چاہئے اس تک نہیں پہنچ سکتے۔ پس اس پہلو سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "الذین یذکرون اللہ قیاماً و قعوداً و علیٰ جنوبھم" ایسا دلچسپ سفر ہے، اتنا حیرت انگیز یہ سوچ کا نظام ہے کہ جو اس میں ایک دفعہ مبتلا ہو جائے کوئی Drug Addiction اس سے زیادہ سخت نہیں ہو سکتی۔ انسان ہر بات میں اس کی ماہیت پر غور کرتے ہوئے خدا کی طرف پہنچنے کا مزہ چکھ لے تو پھر وہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جو یہ آیت کریمہ پیش کر رہی ہے۔ "الذین یذکرون اللہ قیاماً و قعوداً و علیٰ جنوبھم" نہ دن کو بھولتے ہیں نہ رات کو نہ کھڑے ہوئے نہ بیٹھے ہوئے۔ لیٹے ہوئے تو کروٹیں بدلتے ہیں تو تب بھی ان کو خدا یاد آتا ہے۔ اور یہ لامتناہی ذکر کا سفر ہے جو کائنات پر غور کرنے کے نتیجے میں ضرور شروع ہوگا اگر اولوالالباب ہوگے۔ تو جب تک کائنات پر غور نہیں کرتے "نور السموات والارض" کو کس طرح سمجھ سکتے ہیں۔ اور "نور السموات والارض" کو صرف اسی حد تک سمجھتے ہیں یا سمجھ سکتے ہیں جس حد تک کائنات کا شعور حاصل کرنے کی خدا تعالیٰ نے صلاحیت بخشی ہے۔ اور پھر یہ دیکھنا ہو گا کہ یہ سب پردہ ہی تھا اور وجہ اول ان پردوں سے پرے ہے۔ جو نور ہم دیکھتے ہیں، جو کائنات کی روشنائی ہے، جو کائنات کے اندر متحرک روح ہے وہ خدا نہیں ہے۔ اس میں خدا کی صفات جلوہ گر ہیں اور "نور اللہ" اس سے پرے لطیف تر کوئی چیز ہے جو تموج سے بھی پاک ہے، جو ہر قسم کی فناء کے تقاضوں سے بالا ہے۔ وہ ازلی ہے، وہ ابدی ہے۔ وقت کا اس پر کوئی دخل نہیں۔ وہ وقت کا خالق ہے اس کو کسی نے خلق نہیں کیا۔

> جو نور ہم دیکھتے ہیں، جو کائنات کی روشنائی ہے، جو کائنات کے اندر متحرک روح ہے، وہ خدا نہیں ہے۔ اس میں خدا کی صفات جلوہ گر ہیں اور "نور اللہ" اس سے پرے ایک لطیف تر کوئی چیز ہے جو تموج سے بھی پاک ہے، جو ہر قسم کی فنا کے تقاضوں سے بالا ہے۔ وہ ازلی ہے، وہ ابدی ہے۔ وقت کا اس پر کوئی دخل نہیں۔ وہ وقت کا خالق ہے۔ اس کو کسی نے خلق نہیں کیا

یہ وہ نور ہے جس کا ذکر میں انشاء اللہ اب آئندہ خطبے میں قرآن کریم کی بعض آیات کے حوالے سے، اسی آیت کے حوالے سے بھی اور دوسری آیات کے حوالے سے بھی اور احادیث اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عبارتوں سے مدد لے کر آپ کے سامنے پیش کروں گا۔

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل لندن)

واقفین نو بچوں کی اعلیٰ تعلیم و تربیت کی طرف خاص توجہ دیں

PRIME AUTO PARTS

HOUSE OF GENUINE SPARES
AMBASSADOR &
MARUTI
P, 48 PRINCEP STREET
CALCUTTA - 700072 ☎ 26-3287

وصایا

نوٹ: وصایا منظوری سے قبل اس لئے شائع کی جاتی ہیں کہ اگر کسی صاحب کو کسی وصیت پر کسی جہت سے اعتراض ہو تو وہ تاریخ اشاعت سے ایک ماہ کے اندر دفتر بہشتی مقبرہ کو اطلاع دے

(سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان)

وصیت ۱۴۹۶۸/ میں ثریا بیگم بنت مکرم ولی محمد صاحب گجراتی قوم ڈوڈا پچ پیشہ خانہ داری عمر ۴۸ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۹۲/۱/۱ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں

میں وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کے ۱/۳ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ بھارت قادیان ہوگی۔ اس وقت میری غیر منقولہ کوئی جائیداد نہیں ہے البتہ منقولہ جائیداد کی تفصیل درج ذیل ہے۔ ۱۔ بالیاں طلائی ۱/۲ تولہ ۲۔ انگوٹھی طلائی ۱/۲ تولہ اس کے علاوہ خورد و نوش کے لئے مبلغ ۱۰۰ روپے ماہوار ملتے ہیں میں مندرجہ بالا جائیداد کے ۱/۳ حصہ کی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتی ہوں۔ اگر اس کے بعد میں کوئی جائیداد یا آمد پیدا کروں تو اس کی اطلاع دفتر بہشتی مقبرہ قادیان کو کرتی رہوں گی اور اس پر بھی میری یہ وصیت حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر وصیت سے نافذ کی جائے۔ ربنا تقبل منا انک انت العزیز الحکیم۔ والد صاحب کی وفات کے بعد مجھے مبلغ ۸۰۰ روپے ماہوار وظیفہ نظارت علیا سے ملتا ہے۔ ہر ماہ چندہ حصہ آمد وضع ہو رہا ہے۔

گواہ شد	الامۃ	گواہ شد
منظہر احمد طاہر قادیان	ثریا بیگم قادیان	محمد موسیٰ قادیان

وصیت ۱۴۹۳۷/ میں ایم ناصر احمد ولد مکرم ایم امیچ علی صاحب قوم ماپلا پیشہ ملازمت عمر ۲۵ سال پیدائشی احمدی ساکن کوڈیا تھیور حال قادیان ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۳ ستمبر ۹۲ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میں وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت ہوگی۔ اس وقت میری منقولہ و غیر منقولہ کوئی جائیداد نہیں خاکسار اس وقت صدر انجمن احمدیہ میں ملازم ہے جس سے مجھے ماہوار مبلغ ۱۰۵/- روپے تنخواہ ملتی ہے میں اپنی تنخواہ سے جو بھی ہوگی تازیست ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ کرتا رہوں گا۔ اگر اس کے بعد میں کوئی مزید آمد یا جائیداد پیدا کروں تو اس کی اطلاع دفتر بہشتی مقبرہ قادیان کو کرتا رہوں گا میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر وصیت سے نافذ کی جائے۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔

گواہ شد	العبد	گواہ شد
او۔ ایم مزمل احمد	ایم ناصر احمد	شاہد احمد قاضی

وصیت ۱۵۰۰۸/ میں بلال احمد شمیم ولد مکرم ماسٹر عبد الرحمٰن صاحب مرحوم قوم احمدی پیشہ ملازمت عمر ۲۷ سال تاریخ بیعت ۱۹۷۴ء ساکن قادیان ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۹۱/۹/۹ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں

میں وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

اس وقت میری کوئی منقولہ و غیر منقولہ جائیداد نہیں ہے اس وقت میری ماہوار آمد مبلغ ۲۱۳۶/- روپے ہے میں اقرار کرتا ہوں کہ اپنی آمد کا ۱/۱۰ حصہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان کو ادا کرتا رہوں گا۔ اسی طرح دفتر خدام الاحمدیہ بھارت میں عارضی ملازمت سے ۲۷۵/ روپے ماہوار ملتے ہیں اس پر بھی میری یہ وصیت حاوی ہوگی اس کے علاوہ جب کبھی کوئی آمد یا جائیداد پیدا کروں گا تو اس کی اطلاع دفتر بہشتی مقبرہ کو دیتا رہوں گا نیز اس پر بھی میری یہ وصیت حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر وصیت سے نافذ العمل ہوگی۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

گواہ شد	العبد	گواہ شد
ملک محمد مقبول طاہر	بلال احمد شمیم	ضیاء الدین

درخواست دعا: برادرم مکرم چوہدری انیس احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ ضلع منڈی بہاؤالدین کو دل کا عارضہ ہے دل کے اپریشن کی کامیابی اور شفائے کاملہ عاجلہ کے لئے درخواست دعا ہے

(اعجاز احمد لاہور پاکستان)

بقیہ صفحہ اوّل

احمدی مسلمانوں پر جھوٹے اور بے بنیاد الزامات

دنیا جانتی ہے کہ جماعت احمدیہ کا مقصد دنیا کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع کرنا ہے جس کے لئے ہر احمدی اپنے تن من دھن کی بازی لگائے ہوئے ہے مگر اس کا کیا علاج کہ ختم نبوت کے مولوی نہایت ظلم اور بد دیانتی اور افتراء پردازی سے کام لیتے ہوئے یہ الزام لگاتے ہیں کہ احمدی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کے مرتکب ہوتے ہیں (نعوذ باللہ)۔ چنانچہ اس مقدمہ میں جو جھوٹا اور بے بنیاد الزام متذکرہ احمدی مسلمانوں پر لگایا گیا وہ مقدمہ کی ایف۔ آئی۔ آر میں ان الفاظ میں درج ہے:-

محمد عبداللہ ولد محمد مظفر ساکن چک نمبر ۱۵ ڈی۔ بی۔ ضلع میانوالی نے بیان دیا کہ:

"میں اپنے گاؤں کے قریب مورخہ ۱۱ نومبر ۱۹۹۳ء تقریباً گیارہ بجے دن اپنے کزن کے ساتھ سڑک پر کھڑا تھا کہ مسمی ریاض احمد ولد رستم خان، بشارت احمد ولد ریاض احمد اور قمر احمد و مشتاق احمد پسران محمود احمد جو کہ سبھی غیر مسلم (قادیانی) ہیں ہمیں دیکھ کر ہماری طرف بڑھے اور طنزاً کہنے لگے کہ یہ سرکاری مسلمان ہیں اور ہمارے جذبات مجروح کئے لیکن ہم خاموش کھڑے رہے اور جواباً کچھ نہ کہا لیکن اس کے باوجود وہ مسلسل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ کلمات کہتے رہے اور یہ کہا کہ ہم مرزا غلام احمد کو سچا نبی مانتے ہیں جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان سے کم نہ ہیں اور ساتھ ہی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کی بابت ناقابل برداشت کلمات کہتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ہمارے نبی کے تین لاکھ معجزات ہیں لیکن آپ کے نبی کے تین ہزار معجزات تھے"۔

ظلم کی انتہا

اس خاندان کے ایک فرد مبارک احمد صاحب جو آج کل جرمنی میں ہیں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں اپنی ممانی عالم بی بی صاحبہ (والدہ قمر احمد اسیر راہ مولیٰ) کی وفات کی خبر دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"پیارے آقا! ابھی تھوڑے دن ہوئے میری ممانی عالم بی بی صاحبہ ساکن چک نمبر ۱۵ ڈی۔ بی۔ ضلع میانوالی حال ربوہ پاکستان میں وفات پا گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ان کا اکلوتا بیٹا قمر احمد جیل میں ہے اور میانوالی سنٹرل جیل میں رکھا گیا ہے۔ ان چاروں اسیران راہ مولا کی ضمانتیں ابھی تک نہیں ہو سکیں۔ حالانکہ ان کی گرفتاری کو تین سال ہونے کو ہیں۔ ممانی صاحبہ بڑی صابر عورت تھیں مگر اپنے بیٹے قمر احمد کے جیل میں جانے کی وجہ سے اکثر غم سے نڈھال رہتی تھیں۔ ظلم کی انتہا ہے کہ حکام بالا نے ممانی جان کی وفات کے موقع پر بھی قمر احمد کو اپنی ماں کے آخری دیدار کرنے کی اجازت نہ دی۔

ان کی ایک بہن اپنے بھائیوں کی جدائی کے باعث حواس کھو چکی ہے۔ بعض دفعہ پاگلوں کی طرح حرکتیں کرنے لگتی ہے۔ روٹیاں پکاتی ہے اور کہتی ہے کہ دیکھو میرے بڑے بھائی آ رہے ہیں انہوں نے روٹی کھانی ہے۔ جیل میں کیا معلوم ان کو روٹی ملتی ہوگی یا نہیں"۔

ان اسیران راہ مولا کا جرم اس کے سوا کوئی نہیں کہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے موعود مہدی و مسیح کو مانا ہے اور وہ اسلام کے شیدائی اور حضرت محمد مصطفیٰؐ کے عاشق اور فدائی ہیں۔ آج اس بدنصیب ملک میں ہر قاتل، ڈاکو، عورتوں اور بچوں کو اغوا کرنے والا اور ان پر ظلم و زیادتی کرنے والا دہشت گرد آزاد ہے اور جو چاہتا ہے کرتا ہے لیکن احمدی مسلمان اپنے تمام بنیادی انسانی حقوق سے محروم ہے۔ ان تفصیلات سے آپ کو حکومتی کارندوں اور عدلیہ کے ذمہ دار اراکین کے طرز عمل کا بھی اندازہ ہو سکتا ہے۔ یہ حالات بہت درد انگیز ہیں۔ احباب جماعت پورے درد و الحاح سے ان معصوم اسیران راہ مولا کے لئے ان کے صبر و ثبات و استقامت کے لئے اور ان کے لواحقین کے لئے خصوصیت سے دعائیں کریں۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور جلد ان کی رہائی سے سب کی آنکھیں ٹھنڈی کرے اور خبیث اور بد طینت معاندین کو خود ان کے بد انجام تک پہنچائے اور انہیں عبرت کے نشان بنا دے۔

تبلیغ کے الزام میں جھوٹا مقدمہ

تھانہ سٹی احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور میں ۲۶ جون ۱۹۹۲ء کو ایک مخالف سلسلہ عبدالحمید ولد حاجی خان محمد ساکن محلہ عباسیہ احمد پور شرقیہ کی درخواست پر مکرم رفیق احمد صاحب سیکرٹری مال احمد پور شرقیہ۔ مکرم چوہدری منیر احمد صاحب صدر جماعت احمدیہ۔ احمد پور شرقیہ۔ مکرم ڈاکٹر منیر احمد صاحب سیکرٹری اصلاح و ارشاد اور مکرم شوکت علی شاہ صاحب کے خلاف تبلیغ کرنے کے الزام میں زیر دفعہ ۲۹۸/سی تعزیرات پاکستان ایک مقدمہ درج کیا گیا اور ۵ جولائی ۱۹۹۲ء کو مکرم رفیق احمد صاحب اور مکرم ڈاکٹر منیر احمد صاحب کو پولیس نے گرفتار کر لیا۔ ان دونوں کی ضمانت سیشن کورٹ۔ بہاولپور سے ۲۰ جولائی ۱۹۹۲ء کو کروائی گئی جبکہ بقیہ دو افراد یعنی چوہدری منیر احمد صاحب اور سید شوکت علی شاہ صاحب چونکہ اس وقت احمد پور شرقیہ میں موجود نہ تھے بلکہ ربوہ میں تھے اس لئے گرفتاری سے بچ گئے۔ ان کی ضمانت قبل از گرفتاری کرائی گئی۔ مگر ۱۸ اگست ۱۹۹۲ء کو ضمانت کنفرم نہ ہونے کے باعث مکرم چوہدری منیر احمد صاحب اور سید شوکت علی شاہ صاحب بھی گرفتار ہو گئے۔ اسسٹنٹ کمشنر کی عدالت نے ضمانت کی درخواست مسترد کر دی تاہم سیشن کورٹ کی عدالت سے ۳۱ اگست ۱۹۹۲ء کو ان کی ضمانت بھی منظور ہو گئی۔

اس مقدمہ کا پس منظر یوں ہے کہ ۲۲ مئی ۱۹۹۲ء کو مکرم چوہدری منیر احمد صاحب صدر جماعت احمد پور شرقیہ کے گھر واقع غلہ منڈی نماز جمعہ ادا کیا گیا۔ اسی دن جمعہ کے بعد داعیان الی اللہ کی ایک میٹنگ تھی جس میں مربی صاحب اور دیگر عہدہ دار شامل تھے۔ میٹنگ کے بعد مربی صاحب اور چند دیگر احباب گھر سے نکلے تو راستہ میں بیٹھے اوباشوں نے انہیں گالیاں دینی شروع کر دیں مگر انہوں نے ان بدمعاشوں کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور چلے گئے۔ کچھ دیر بعد جب ڈاکٹر منیر احمد صاحب اور رفیق احمد صاحب وغیرہ گھر سے نکلے تو پانچ چھ نوجوانوں نے انہیں گھیر لیا۔ رفیق احمد صاحب کو گریبان سے پکڑ لیا اور ان سے لٹریچر، پمفلٹ "دعوت الی اللہ کے تقاضے"، حضور انور کے خطبات کے کیسٹ، مقامی جماعت کا بجٹ اور ڈائریاں جو خدام الاحمدیہ نے چھپوائی ہوئی تھیں چھین کر لے گئے۔ جن کو بعد میں پولیس کے روبرو پیش کر کے تبلیغ کرنے کا مقدمہ بنایا گیا۔

یہ مقدمہ مختلف عدالتوں میں ساڑھے تین سال کے لگ بھگ زیر سماعت رہا۔ جوڈیشل مجسٹریٹ بہاولپور نے ۲ اپریل ۱۹۹۶ء کو اس کا فیصلہ سنایا اور مقدمہ میں ماخوذ چاروں احمدیوں کو دو دو سال قید اور پانچ پانچ ہزار روپے جرمانہ کی سزا سنائی۔ چاروں کو گرفتار کر کے بہاولپور سنٹرل جیل بھجوا دیا گیا۔ ان چاروں کی ضمانت کی درخواست داخل کی گئی چنانچہ ۴ اپریل ۱۹۹۶ء کو فیاض بھنہ صاحب ایڈیشنل سیشن جج بہاولپور نے ان کی ضمانت منظور کی اور وہ جیل سے رہا ہوئے۔ اب سزا کے خلاف اپیل سیشن کورٹ میں زیر سماعت ہے۔

احباب کرام سے درخواست ہے کہ وہ پاکستان میں مختلف مقدمات میں ملوث تمام احمدی مسلمانوں کے لئے درد دل سے دعائیں جاری رکھیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو باعزت بری فرمائے اور اپنے فضل و کرم سے دشمن کے ہر شر سے محفوظ رکھے۔

قرارداد تعزیت

بروفات مکرم آفتاب احمد خانصاحب امیر جماعت احمدیہ برطانیہ

ہم ممبران جماعت احمدیہ برطانیہ اپنے قابل صد احترام اور محبوب امیر جماعت احمدیہ برطانیہ مکرم آفتاب احمد خاں صاحب کی وفات حسرت آیات پر نہایت گہرے غم و رنج کا اظہار کرتے ہیں۔ مکرم آفتاب احمد خاں صاحب یکم اکتوبر ۱۹۹۶ء کو بوقت ایک بجے بعد دوپہر اچانک حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے لندن میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

خاں صاحب مرحوم ضلع سیالکوٹ کے ایک پرانے مخلص احمدی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کے والد کا نام خان ثناء اللہ خاں (مرحوم) تھا اور آپ حضرت مسیح موعودؑ کے جلیل القدر صحابی حضرت مولوی شیخ محمد صاحب آف مزنگ لاہور کے نواسے تھے۔ آپ نے دینی اور دنیوی لحاظ سے نہایت ہی کامیاب زندگی بسر کی اور ۷۲ سال کی عمر میں وفات پائی۔

مرحوم نے ۱۹۴۵ء میں تاریخ میں M.A. کی ڈگری گورنمنٹ کالج لاہور سے حاصل کرنے کے بعد دو سال بطور لیکچرار گورڈن کالج راولپنڈی کام کیا اور پھر انکم ٹیکس آفیسر کے طور پر کام کرنے کا موقع ملا۔

انڈین سپیریر سروسز (INDIAN SUPERIOR SERVICES) کا امتحان پاس کرنے پر ۱۹۴۸ء سے ۱۹۷۹ء تک بیرونی ممالک میں نیویارک۔ جاکرتا۔ لندن۔ نیو دہلی۔ بغداد اور واشنگٹن ڈی سی کے پاکستانی سفارتخانوں میں مختلف حیثیتوں سے کام کیا۔ اسی عرصہ میں پاکستانی نمائندہ کی حیثیت سے اقوام متحدہ کی اسمبلی کے اجلاسوں میں شمولیت کا موقعہ ملا۔ اٹلی اور یوگوسلاویہ میں بحیثیت سفیر پاکستان خدمات سرانجام دیں۔

سرکاری ملازمت سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے اپنی خدمات جماعت کے سپرد کر دیں۔ اور آخر دم تک نہایت جانفشانی اور اخلاص سے جماعتی خدمات سرانجام دینے کی توفیق پائی۔

۱۹۸۱ء میں جلسہ سالانہ ربوہ کے موقعہ پر تقاریر کا انگریزی میں ترجمہ کرنے کا انتظام آپ کے سپرد تھا اس انتظام کا یہ پہلا موقعہ تھا اور آپ نے نہایت خوش اسلوبی سے اپنے فرائض کو نبھایا۔

۱۹۸۳ء میں قضاء بورڈ یوکے کے صدر مقرر ہوئے۔ ۱۹۸۴ء میں پاکستان میں احمدیوں پر مظالم کے انسداد کے سلسلہ میں آپ نے HUMAN RIGHTS COMMISION اور ایمنیسٹی انٹرنیشنل (AMNESTY INTERNATIONAL) سے روابط قائم کر کے حکومت پاکستان کے مظالم روکنے کے لئے ان تھک کوشش کی۔ ۱۹۸۵ء میں حضور انور نے قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ پر نظر ثانی کے لئے ایک کمیٹی مقرر فرمائی۔ آپ نے بحیثیت ممبر کمیٹی اس خدمت کو سرانجام دیا۔

مکرم خانصاحب مرحوم جماعت احمدیہ برطانیہ کے ایک ہر دلعزیز اور محبوب امیر تھے۔ انہیں مارچ ۱۹۸۶ء سے لے کر ستمبر ۱۹۹۶ء تک ساڑھے دس سال سے زائد عرصہ بحیثیت ایک کامیاب نیشنل امیر کام کرنے کی توفیق ملی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی قیادت میں دینی خدمات بجالانے کی توفیق پائی

مکرم خانصاحب مرحوم نے اپنے پیچھے اپنی اہلیہ عطیہ بیگم صاحبہ کے علاوہ ایک بیٹا (ڈاکٹر بشیر احمد خانصاحب) اور دو بیٹیاں (طاہرہ لطیف شیخ صاحبہ اور عظمیٰ خاں صاحبہ) چھوڑی ہیں۔

ہم ممبران جماعت احمدیہ برطانیہ مکرم آفتاب احمد خاں صاحب کی وفات پر جملہ لواحقین کی خدمت میں دلی تعزیت پیش کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ خانصاحب مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور تمام لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق دے نیز انہیں خانصاحب مرحوم کی خوبیوں کو زندہ رکھنے والا بنائے تاکہ یہ نیکیاں خانصاحب مرحوم کے لئے صدقہ جاریہ ثابت ہوں۔ آمین۔

(ولی احمد شاہ۔ امیر جماعت احمدیہ برطانیہ) ۹۶-۱۰-۲

نوٹ:- ایسی ہی ایک قرارداد مجلس عاملہ جماعت احمدیہ برطانیہ نے بھی ارسال کی ہے۔

حقِ ہمسائیگی

پروفیسر ڈاکٹر پرویز پروازی

اسلامی معاشرہ میں ہمسایہ کا حق، بہت سے دوسرے حقوق پر فائق سمجھا جاتا ہے۔ احادیث میں تو یہ بھی پڑھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس تواتر کے ساتھ ہمسایہ کے حقوق کا خیال رکھنے کا حکم دیا کہ حضورؐ کو یہ گمان گزرنے لگا کہ کہیں ہمسایہ کو اللہ تعالیٰ وراثت ہی میں شریک بنانے کا حکم ہی نہ دے دے! اسی لئے ہمارے ہاں اُردو میں ہمسائیگی کے حقوق کے سلسلہ میں محاورہ بھی یہی ہے حق ہمسایہ ماں جایا! کہ ہمسائیوں کے حقوق ماں جائے بہن بھائیوں جیسے ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ ہمارے معاشرہ سے ہمسائے کے حقوق کا احترام اُٹھتا جا رہا ہے۔ یہاں یورپ میں تو اس چیز کا کوئی تصور ہی نہیں ساتھ کے گھر میں کوئی پڑا مرتا رہے کوئی پھیر کر نہیں پوچھتا کہ کون ہو، اور تمہارے منہ میں کے دانت ہیں؟ ہمیں جاپان کا واقعہ یاد آرہا ہے کہ ہمارے پڑوس میں تیسرے مکان میں موت فوت ہوگئی۔ ہم نے اپنے امریکی ہمسائے، پروفیسر فارثی سے کہا کہ ہمیں تعزیت کے لئے چلنا چاہیئے۔ فرمانے لگے دوسرے مکان میں ہوتے تو کوئی بات بھی تھی تیسرے مکان والوں سے ہمارا کیا واسطہ؟ ہم اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔ اگلے روز اپنے رفقائے کار سے ذکر کیا تو یہی جواب ملا۔ ایک روز پروفیسر فارثی کی طبیعت ناساز تھی ہم ان کی عیادت کے لئے اوپر تیسری منزل پر گئے۔ عیادت سے فارغ ہونے کے بعد ہم نے ازراہِ تفنن کہا پروفیسر فارثی! اگر خدانخواستہ آپ کے ساتھ کوئی اونچ نیچ ہوگئی تو ہم آپ کی تعزیت کے لئے کیسے آئیں گے؟ کہنے لگے کیوں اتنی بے مروتی دکھاؤ گے کہ میرے جنازے کو کندھا بھی نہیں دو گے؟ ہم نے کہا یہی آپ کا پڑھایا ہوا سبق ہے ناکہ تیسرے مکان تک جانے میں کیا تک ہے۔ آپ بھی تو تیسری منزل پر رہتے ہیں نا! بہت محظوظ ہوئے۔ تب ہم نے انہیں اسلامی معاشرہ کی اس خوبی سے آگاہ کیا کہ ہمسائے کے کیا حقوق ہوتے ہیں۔ فارثی صاحب بے ساختہ بولے ایسا تو صرف فرشتوں کے معاشرہ میں ممکن ہے انسانوں میں ایسا ہونا ممکن ہی نہیں۔ ہمارا جی تو چاہا کہ انہیں اپنے قادیان اور ربوہ کے معاشرہ کے بارہ میں بتائیں۔ مگر وہ اوّل و آخر امریکن تھے ہماری باتوں کا انہیں کہاں یقین آتا۔ ہمارے جاپانی رفقائے کار تو ربوہ ہو آئے تھے اور سیدی حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحؒ کی زیارت سے بھی مشرف ہوچکے تھے۔ اس لئے انہیں ہماری حقِ ہمسایہ ماں جایا والی بات سمجھ آتی تھی۔ ہمارے انڈین رفیقِ کار پروفیسر ڈاکٹر لکشمی دھر مالویہ، جو ہندوؤں کے سرسیّد پنڈت مدن موہن مالویہ کے صاحبزادے تھے ہمارے مصدق تھے کہ ہندوستان میں ہمسائے کے حقوق کا تصور اسلامی اثرات کے زیرِ اثر آیا ہے ورنہ ہندوستان میں ذات پات کے کڑے نظام کی وجہ سے ہمسائیگی کے حقوق کا کوئی تصور موجود نہیں تھا۔

بات ہمسائے کے حقوق کی یوں شروع ہوئی کہ پچھلے دنوں لندن میں ڈاکٹر عبدالمومن سے ملاقات ہوئی۔ ڈاکٹر مومن، ہمارے قادیان کے ہمسائے ڈاکٹر عبدالقدوس صاحب کا بیٹا اور ہماری قادیان کی ہمسائی صالحہ کا داماد ہے۔ صالحہ ہمارے بزرگ آغا عبداللہ خاں صاحب کی صاحبزادی اور ہماری بچپن کی ساتھی ہے۔ ہم لوگ ایک ہی کنوئیں کا پانی پی کر پلے ہیں، اکٹھے کھیلے، اکٹھے اُٹھے بیٹھے، اکٹھے ہی قرآن پڑھا۔ آغا ہمارے بائیں ہاتھ کے مکان میں تھے۔ ان کے بیٹے حمید اللہ اور مجید اللہ اب بھی مل جائیں تو اسی پیار اور محبت سے ملتے ہیں حالانکہ عمر میں ہم سے ذرا سے بڑے ہیں۔ قادیان میں صحیح اسلامی معاشرہ قائم تھا۔ ہمسائیوں کا بہت ہی خیال رکھا جاتا تھا۔ ہمسائیوں کے تعلقات میں رخنہ تو دور کی بات ہے ذراسی خنکی بھی نہیں در آنے پاتی تھی۔ سب لوگ یوں رہتے تھے گویا ایک گھرانے کے افراد ہیں۔ کسی کے گھر میں ذراسی بیماری بھی آجاتی تو سب ہمسائے تیمارداری اور ہاتھ پیر کی خدمت کے لئے تیار رہتے تھے۔ خوشی غمی میں ساتھ دیتے تھے گویا یک جان دو قالب کی صورت تھی۔

بات ہمسایوں [illegible] قادیان کے دوسرے ہمسائے یاد آئے۔ دائیں ہاتھ ملک صلاح الدین صاحب مؤلف اصحابِ احمدؑ [illegible] ملک صاحب کے مکان کی پشت ہمارے صحن سے لگتی تھی۔ ہمارے گھر میں آم کا ایک عظیم الشان درخت تھا جو سارے محلہ کے لئے "صلائے آم" کا حکم رکھتا تھا۔ آموں کے موسم میں ہر کہہ و مہہ بلاتکلف دروازہ کھٹکھٹا کر آم طلب کر لیتا تھا۔ وہ درخت بھی بڑا برکت والا درخت تھا۔ آم بھی بہت میٹھے اور لذیذ ہوتے تھے۔ ہمسایوں کا اس آم پر گھر والوں سے زیادہ حق تھا۔ کچھ برس پہلے ملک صلاح الدین صاحب کے بھائی، نام ذہن سے اُتر گیا ہے کہیں باہر سے ربوہ تشریف لائے اور بڑی دیر تک ہمارے آم کا ذکر کرتے رہے اور آم کا ذکر کرتے کرتے آبدیدہ ہوگئے۔ فرمانے لگے جوانی میں اسی آم کے آم چوسے ہیں اور اپنی چھت سے خوب خوب فائدہ اُٹھایا ہے۔

ملک صاحب کے مکان کے پیچھے حضرت شیخ فضل احمد صاحب بٹالوی کا مکان تھا۔ شیخ صاحب کی اہلیہ محترمہ غالباً محمدی بیگم نام تھا، کو ہم پھوپھی کہتے تھے ربوہ میں بھی ایک ہی محلہ میں ہم لوگ اکٹھے ہوگئے اور پھوپھی محمدی بیگم کا ہمارے ہاں اور ہمارا ان کے ہاں اسی بے تکلفی سے آنا جانا رہا۔ ان کے بیٹوں میں سے بھائی جان محمد احمد تو ہم سے بڑے تھے مگر لطیف ہمارے ہم عمر تھے۔ رشید ہم سے چھوٹے تھے۔ درمیان میں مبارک صاحب تھے مگر وہ ایسے مبارک قدم تھے کہ ہمارے ساتھ وہ دوستی نہیں کرتے تھے۔ لطیف خدا جانے اب کہاں ہے مدتوں سے ملا ہے نہ اس کے بارہ میں کوئی خیر خبر ملی ہے۔ خدا کرے ٹھیک ٹھاک ہو اور خوش! پھوپھی محمدی بیگم کے پان اور ان کا پاندان ہمیں بہت یاد آتا ہے۔ ایک اور بات یاد آتی ہے کہ ہم نے ایک بار بھائی جان محمد احمد سے پوچھا کہ آپ کے ابّا تو شیخ کہلاتے تھے آپ ملک کیسے ہوگئے؟ کہنے لگے پتہ ہے ملک کا کیا مطلب ہوتا ہے؟ ہم نے کہا غالباً بادشاہ کو کہتے ہیں۔ کہنے لگے بس یہی وجہ ہے کہ ہم بھی ملک ہیں۔ جو چاہیں لکھیں بادشاہ جو ہوئے! یہ جملہ معترضہ اس لئے کہ یہ بھی حق ہمسایہ کے زمرہ میں تھا۔ ہم بڑوں چھوٹوں میں مودت کا رشتہ تھا۔ بڑے چھوٹوں کا احترام کرتے تھے، چھوٹے بڑوں کا ادب ملحوظ رکھتے تھے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ بڑوں نے چھوٹوں کو جھڑک دیا ہو یا چھوٹوں نے ادب کے دائرہ سے نکلنے کی کوشش کی ہو۔ قادیان کی ہمسائیگی کا رشتہ ایسا پکا رشتہ تھا کہ بھائی جان محمد احمد ہمارے ابا کو ماموں کہتے تھے اور ہم بھی پھوپھی جی کو ہمیشہ پھوپھی جی ہی کہتے رہے۔ ان کی بیٹیاں ہماری بہنیں ہی رہیں۔ ایک بار آپا بشریٰ مرحومہ سے ملاقات ہوگئی۔ میں نے انہیں نہ پہچانا۔ آپ نے سب کے سامنے وہ جھاڑ پلائی کہ نانی یاد آگئی۔ ان کا شکوہ ہی یہ تھا کہ میری گود میں کھیل کر پلے ہو اور مجھے پہچاننے سے انکار کر رہے ہو۔ اللہ مغفرت فرمائے بہت محبت کرنے والی بہن تھیں۔ اسی طرح سردار نذر حسین صاحب بلوچ کی اہلیہ بھی ہماری پھوپھی تھیں۔ یہ بھی ہمارے ہمسایہ میں تھے۔ ان کا نام پھوپھی محمد بی تھا۔ تقسیم ہند کے بعد ان سے ملاقات نہیں ہوئی مگر اُن کی بیٹی آپا طیفی چنیوٹ میں آکر بسیں۔ ہم چنیوٹ میں پڑھنے جاتے تھے۔ پھر یوں ہوا کہ ہمیں سکول کے ہوسٹل میں کچھ عرصہ رہنا پڑا۔ سکول کے ہوسٹل سے اچھا کھانا نہ ملتا تو آپ طیفی کا دروازہ جا کھٹکھٹاتے آپا ہماری خوب خاطر تواضع کرتیں۔ آپا طیفی سے ہمارا ایک رشتہ اور بھی ہے۔ ہماری ایک بچپن کی تصویر ہے آپا طیفی ہمیں گود میں لئے بیٹھی ہیں۔ ہمارے والدین نے وہ تصویر بڑی کروا کے بیٹھک میں لگا رکھی تھی۔ پارٹیشن کے بعد ۱۹۵۸ء میں ہم قادیان گئے۔ اپنا گھر دیکھنے کے لئے گئے تو وہ تصویر اسی طرح کارنس پر دھری تھی ہم نے بہتیرا کہا کہ وہ تصویر ہمیں دے دیں ان لوگوں نے نہیں دی۔ سردار نذر حسین صاحب کا بیٹا رشید ہمارا کلاس فیلو تھا خدا جانے اب کہاں ہے؟

ہمارے پڑوسیوں میں گھر کے مشرقی جانب مولینا محمد سلیم مبلغ کلکتہ کا مکان تھا۔ ان کے بیٹے کا نام حلیم یاد پڑتا ہے مگر مولینا چونکہ وہیں انڈیا میں رہ گئے اس لئے حلیم سے پھر ملنا نہ ہوا۔ مولینا سلیم صاحب کے مکان کے ساتھ مولینا محمد یعقوب صاحب طاہر کے والد صاحب کا مکان تھا۔ مولینا کا بیٹا عزیزی محمد داؤد طاہر تو شاید پاکستان میں آکر پیدا ہوا ان کی بیٹی غالباً صالحہ نام تھا ہماری ہم عمر اور ہماری قرآن کی کلاس فیلو تھی۔ اس کی اُمی کو بھی ہم پھوپھی کہتے تھے۔ صالحہ ہماری اُمی کو خالہ ہماری پھوپھی جی کو جو سب کی اُستاد تھیں ماسی جی کہتی تھی۔ اپنے گھر کے دائیں ذرا آگے کی طرف نظر دوڑائیں تو بابا جی فضل محمد ہرسیاں والے کے مکانات تھے۔ ان کا کاروبار خوب وسیع تھا۔ چاچا جی عبدالرحیم دیانت اور چاچا جی عبداللہ کی سوڈا واٹر کی فیکٹری تھی "دیانت سوڈا واٹر فیکٹری" ہم اس فیکٹری سے نہایت دیانت داری سے جتنی بوتلیں چاہتے پی جاتے تھے کوئی روک ٹوک نہیں ہوتی تھی۔ ربوہ میں بھی ہماری ہی گلی میں چاچا جی عبدالرحیم کی اولاد آباد ہوئی۔ چاچا جی عبدالرحیم تو قادیان میں درویش بن گئے اور وہیں دھونی رما کر بیٹھ گئے۔ ان کی بیٹی ہماری اورینٹل کالج کی پڑھی ہوئی امۃ الباری ناصر ہیں۔ امۃ الباری ناصر اچھے شعر کہتی ہیں۔ ابھی کچھ دن ہوئے ہم نے ان کا مرتب کردہ کلام طاہر دیکھا ہے۔ اس کا دیباچہ امۃ الباری نے خوب لکھا ہے۔ زبان کے چسکے میں ہم سوڈا واٹر پیتے پیتے دور نکل گئے اور اپنے بائیں ہاتھ والے دوسرے ہمسائے علی گوہر صاحب کا ذکر کرنا بھول گئے۔ علی گوہر صاحب کے بیٹے، محمد علی اور احمد علی کی قادیان میں سائیکلوں کی دکان تھی۔ پارٹیشن کے وقت جب اردگرد کے دیہات کی طرف رخ کرنا بھی مشکل تھا بھائی احمد علی اپنی بڑی سی موٹر سائیکل پھٹ پھٹ دوڑاتے، جماعتی کاموں اور پیغام رسانی میں مصروف رہتے۔ ربوہ میں بھی محمد علی احمد علی کی سائیکل کی دکان رہی۔ مگر اب دونو بڑے بھائیوں کی وفات کے بعد ہمارا ہم عمر سعادت اسی دکان میں بیٹھا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے اسی سے روزی دے رہا ہے۔ انہیں علی گوہر صاحب کی ایک صاحبزادی امۃ النصیر ہیں۔ ہمارے اورینٹل کالج سے اُردو میں ایم اے کیا۔ یونیورسٹی کے زمانہ میں اورینٹل کالج کی ایک صاحب ذوق لڑکی کے چرچے ہر مشاعرہ میں ہوتے تھے اور یہ لڑکی ہماری امۃ النصیر تھی۔ پنجاب یونیورسٹی کا کوئی اس وقت کا طالب علم یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس نے احمدی لڑکیوں کو اور خاص طور سے نصیر کو بے پردہ دیکھا ہوگا۔ پردہ پر جتنی ثابت قدمی ہماری اس امتل نے دکھائی کسی اور نے کم ہی دکھائی ہوگی۔ اورینٹل کالج کے پرنسپل استاذی ڈاکٹر سید عبداللہ، اسلامی اقدار کا بہت پاس رکھتے تھے اور ہر مجلس میں برملا امۃ النصیر کے باپردہ رہنے کی مثال دیتے تھے۔

بابا جی علی گوہر کی اہلیہ کو سب محلہ والے قادیان میں بھی اور ربوہ میں بھی بے بے جی کہتے تھے۔ اتنی مخلص اتنی سادہ دل۔ کہ ان کی مثال ڈھونڈنا مشکل ہے۔ جمعہ کے روز اوّل وقت میں مسجد میں جاکر بیٹھ جاتیں اور سب سے آخر میں اُٹھتیں۔ اتنی ضعیف ہوگئیں تھیں مگر رنگش رنگش کرتیں مسجد کی طرف رواں دواں رہتیں۔ کمر خمیدہ ہوگئی تھی مگر جمعہ کے روز مسجد کا ناغہ نہ کرتیں۔ بے بے جی گورداسپور کی خاص بولی میں "گا" کو "گو" بولتی تھیں تو بہت مزا آتا تھا۔ "میں آؤں گو میں جاؤں گو" ان کی زبان سے بہت بھلا لگتا تھا۔ (باقی آئندہ)

معاند احمدیت، شریر اور فتنہ پرور مفسد ملاؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھیں

اَللّٰھُمَّ مَزِّقْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَّسَحِّقْھُمْ تَسْحِیْقًا

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کردے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑا دے

دیوبندی علماء بالخصوص مولوی محمد اسماعیل سونگھڑی کی دھاندے بازی اور مکروفریب کی

تازہ مثال

مکرم فرزان احمد صاحب نگران تبلیغی اُمور برائے راجستھان

ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے کہ جب کبھی کوئی مامور من اللہ دُنیا کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوا ہے دنیا والوں نے اس کی مخالفت کی اور اس کے مشن کو ناکام کرنے کی کوششیں کیں اسی زمانہ کے مامور سیدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام جن کو اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ کا امام مہدی بناکر مبعوث کیا کی بھی شروع دن سے مخالفت جاری ہے اور اس مخالفت میں بھی حسبِ دستور علماء پیش پیش ہیں مگر چونکہ حضور علیہ السلام کا یہ مشن اللہ تعالیٰ کی طرف سے قائم کردہ ہے باوجود شدید مخالفت اور علماء کی فتویٰ بازی کے سلسلہ عالیہ احمدیہ ترقی کرتے کرتے اب دُنیا کے ١٥٢ ممالک پر محیط ہو چکا ہے اور منظم طریق پر قائم اور جاری وساری ہے اور ہر دن جو چڑھتا ہے وہ جماعت کی ترقی کی نوید لاتا ہے اور علماء سوء اس ترقی کی تاب نہ لاتے ہوئے جل بھن کر راکھ ہوئے جاتے ہیں۔

قارئینِ بدر کو یاد ہو گا کہ گزشتہ سال ہماچل پردیش میں دیوبندی علماء کے ایک گروہ کے ساتھ (جن کی قیادت مولوی محمد اسماعیل صاحب سونگھڑی کر رہے تھے) جماعت احمدیہ کا ایک کامیاب مُباحثہ "اَمب" مقام پر ہُوا تھا اور دیوبندی علماء کے شکستِ فاش کی رپورٹ آپ بدر میں پڑھ چکے ہیں اس کی ویڈیو کیسٹ بھی تیار شدہ ہے اب ایک سال کے بعد پھر باسی کڑھی میں اُبال آیا ہے اور ہماچل پردیش میں اپنی شکست کی خفت مٹانے کے لئے انہی علماء کا ایک گروہ راجستھان کے ضلع اجمیر پہنچا اور بھولے بھالے مسلمانوں کو ورغلانا شروع کر دیا (یاد رہے کہ جماعت احمدیہ کئی سالوں سے ان علاقوں میں انسدادِ ارتداد کی مہم جاری رکھے ہوئے ہے اور ہزاروں مرتد کئے جانے والے مسلمانوں کو کلمہ طیبہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھا چکی ہے)

جماعت احمدیہ کے علماء کرام کے پہلے بھی کئی مناظرے اور مباحثے ان مولویوں سے ہو چکے ہیں جن میں ہم نے دیکھا ہے کہ یہ علماء سوء سوائے فتنے پھیلانے کے اور کچھ نہیں کرتے۔ چنانچہ جماعت احمدیہ اب ان مباحثوں سے احتراز ہی کرتی ہے اس لئے جب یہ علماء بیاور پہنچے اور خاکسار سے مباحثہ کرنے کے لئے کہا تو خاکسار نے انہیں بجائے مباحثہ کے باہم محبت وپیار کے ماحول میں "تبادلۂ خیالات" کی دعوت دی لیکن جب انہیں یہاں اپنی دال گلتی نظر نہ آئی تو یہ ہمارے سینٹر رائے مولی میں متعین ایک معلم صاحب کے پاس پہنچ گئے اور زبردستی ان سے مباحثہ کی تحریر لکھوالی حالانکہ مولوی محمد اسماعیل سونگھڑی اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ طریق شرائط مباحثہ ہی کے خلاف ہے۔ جب ان علماء نے زبردستی تحریر لکھوالی تو خاکسار نے مرکز کو لکھا کہ مرکز سے کسی عالم کو بھجوایا جائے۔ مرکز نے مکرم مولانا ظہیر احمد صاحب خادم کو جن کا ہماچل میں ان علماء کے ساتھ کامیاب ترین مباحثہ ہو چکا ہے بھجوایا۔ مولانا صاحب موصوف مورخہ ١٢/١٠/٩٦ کو بیاور پہنچے۔ یہاں کے حالات کا جائزہ لیا اور چھان بین کے بعد پتہ چلا کہ ان دیوبندی علماء کا مقصد مباحثہ کی آڑ میں جماعت کے خلاف فتنہ پیدا کرنا ہے۔

چنانچہ مذکورہ حالات سے آگاہ کرنے کے لئے خاکسار اور مکرم مولانا صاحب موصوف اس علاقہ کے تھانہ انچارج سے ملے۔ تھانہ انچارج صاحب کو پہلے سے ہی اس فتنہ کی خبر مل چکی تھی۔ لہٰذا انچارج صاحب نے ان علماء سے کہا کہ میں اپنے ایریا میں آپ لوگوں کو ایسے مباحثے کی اجازت نہیں دیتا۔ مکرم مولانا صاحب نے تھانیدار صاحب سے کہا کہ اگر یہ مولوی ہم سے مذہبی تبادلۂ خیالات کرنا چاہتے ہیں تو ہم آپ کی موجودگی میں گفتگو کرنے کے لئے تیار ہیں لیکن انچارج صاحب نے فرمایا کہ میرے سامنے بھی یہ لوگ اشتعال انگیزی کر رہے ہیں اس لئے میں یہاں بھی بات کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔

دورانِ گفتگو مولوی سونگھڑوی صاحب نے تھانہ انچارج کے سامنے جماعت احمدیہ کو انگریزوں کا ایجنٹ بتاتے ہوئے اور اپنے آپ کو گاندھی وادی بتاتے ہوئے کہا کہ دیکھیں میں نے کھدر کے کپڑے پہنے ہوئے ہیں (جبکہ موصوف کے جسم پر ٹیری کاٹن کے کپڑے تھے) یہ وہی علماء ہیں جو گاندھی جی کو محض اپنا اُلّو سیدھا کرنے کے لئے مہدئ زمان تک بھی تسلیم کر چکے ہیں۔ مکرم مولوی ظہیر احمد صاحب خادم نے تھانہ انچارج کے سامنے وہ حوالہ جات پیش کئے جس میں دیوبندیوں کے خلاف دوسرے فرقہ کے مسلمانوں نے الزام لگایا ہے کہ یہ انگریزوں کے ایجنٹ ہیں اس سے علماء دیوبند پر سکتہ طاری ہو گیا اس کے بعد مولوی اسماعیل نے تھانہ انچارج کے سامنے کتاب "تذکرہ" پیش کر کے کہا کہ احمدی افراد اس کو قرآن مانتے ہیں۔ مولوی ظہیر احمد صاحب خادم نے کہا کہ کتاب "تذکرہ" کو ہم ہرگز قرآن نہیں مانتے یہ ان علماء کا جھوٹ اور بہتان ہے ہم اسی قرآن مجید کو مانتے ہیں جس کو یہ لوگ بھی مانتے ہیں۔ تھانہ انچارج نے مولوی اسماعیل کو ڈانٹا کہ آپ اسقدر جھوٹ کیوں بولتے ہیں اور کہا کہ بڑے میاں تم ٨٥ سال کی عمر میں کیوں اِدھر اُدھر دھکے کھا رہے ہو تمہیں یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی کیا پورے راجستھان میں تمہارا کوئی ایسا مولوی نہیں جو احمدیوں کے معلم سے بات کر سکے تم بلاوجہ فتنہ پھیلاتے پھرتے ہو۔ جاتے جاتے مولوی اسماعیل صاحب نے خاکسار سے کہا میاں فرزان اب تم راجستھان سے اپنا بوریا بستر باندھ لو خاکسار نے کہا کہ مولانا! قیامِ احمدیت کے دن سے لے کر آج تک بہت سے لوگ ایسی بندر بھبکیاں دیتے ہوئے بصد افسوس وحسرت اس دُنیا سے چلے گئے اور سلسلہ احمدیہ روزافزوں ترقی کی راہ پر گامزن ہے آپ ہمیں کیا سُناتے ہیں خود آپ کے علاقہ سونگھڑہ میں آپ کے رشتہ دار ہی دو تہائی سے زائد افراد جماعت احمدیہ میں شامل ہو چکے ہیں اور یہاں آپ کے عزیزوں میں سے دو نوجوان جماعت کے معلم کی حیثیت سے علاقہ میں تبلیغِ اسلام کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

اُسی روز ضلع اجمیر کے تین سرپنچوں نے مولوی صاحبان کے پاس جاکر کہا کہ ہمارے گاؤں میں احمدی مبلغین اثرانداز ہوتے جا رہے ہیں اس لئے آپ کو اگر ہمارے گاؤں کی فکر ہے تو آپ میں سے ایک یا دو عالم ہمارے گاؤں میں آئیں جماعتِ احمدیہ کے علماء میں سے بھی ایک یا دو کو ہم بُلا کر لاتے ہیں اور ہماری موجودگی میں امن کے ماحول میں قرآن وحدیث سے باہم تبادلہ خیالات کریں تاہمیں حق سمجھ میں آئے لیکن ان علماء نے مشورہ دیا کہ ہم تیس کے تیس مولوی آئیں گے۔ تب سرپنچ صاحبان نے کہا کہ احمدی تو پھر ٹھیک ہی کہتے ہیں کہ آپ لوگوں کا مقصد حق ظاہر کرنا نہیں بلکہ فتنہ پھیلانا ہے چنانچہ اب ہم احمدیوں کے ساتھ ہیں۔

بہرحال اس طرح یہ علماء سُوء فتنہ پھیلانے کے عزائم کو اپنے دل میں ہی دبا کر راجستھان سے واپس چلے گئے اور اللہ کے فضل سے اس مخالفت کے نتیجہ میں ہزاروں لوگ احمدیت سے متعارف ہوئے اور روز ہی متلاشیانِ حق بیاور مشن میں معلومات حاصل کرنے اور لٹریچر لینے آتے ہیں۔

یہ مخالفین اللہ کے نور کو اپنے منہ کی گندی پھونکوں سے بُجھانا چاہتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے نور کو مکمل کرے گا۔

اللہ تعالیٰ مخالفینِ احمدیت کو سمجھ عطا کرے آمین

بی بی سی کی نمائندہ ٹیم مسجد احمدیہ سرینگر میں

٢٣ راگست بروز جمعۃ المبارک بی بی سی ورلڈ سروس کے نمائندہ ـــ ANDREW WHITE HED اپنے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ احمدیہ مسجد وشن میں تشریف لائے انہوں نے نماز کو فلم بند کیا اور بعد نماز محترم غلام نبی صاحب نیاز انچارج مبلغ نے نمائندگان کو نمائش ہال اور شفاخانہ خدمت خلق دکھایا۔ محترم ڈاکٹر ممتازالدین صاحب سرجن سپیشلسٹ جو اپنا قیمتی وقت اس خدمت کے لئے دے رہے تھے ان سے بھی گفتگو کی۔ شفاخانہ خدمت خلق کا معائنہ کرتے ہوئے انہوں نے سوال کیا کہ کیا یہ شفاخانہ صرف جماعت کے افراد کے لئے ہے انہیں بتایا گیا کہ خدمت خلق کا لفظ بلا لحاظ مذہب وملت ورنگ ونسل ہر کسی کا احاطہ کئے ہوئے ہے اس بات کو سُن کر وہ بہت خوش ہوئے۔

دوسرے روز محترم ڈاکٹر اعجاز احمد صاحب قائد علاقائی اور خاکسار قریشی بشیر احمد مبلغ سلسلہ اور مکرم تنویر احمد خان صاحب قائد مقامی ان کے مستقر پران سے ملنے گئے اور ان کو اسلامی لٹریچر تحفۃً دیا۔ بی بی سی کی ٹیم نے کسی احمدی گھر کو دیکھنے اور ان کی طرزِ رہائش کا مطالعہ کرنے کی خواہش کی چنانچہ حسبِ پروگرام انہیں محترم غلام رسول صاحب بٹ صدر جماعت سرینگر کے گھر لے جایا گیا جہاں انہوں نے قریبًا ایک گھنٹہ فلم بندی کی اس موقع پر انہوں نے پروفیسر عبد الحمید صاحب سے انٹرویو بھی لیا اور تفصیلی طور پر جماعتی مساعی سے آگاہی حاصل کی۔ اس موقع پر ان کی محترم صدر صاحب کے گھر کشمیری روایات کے مطابق تواضع بھی کی گئی۔

خاکسار: قریشی بشیر احمد مبلغ سلسلہ سری نگر (کشمیر)

درخواستہائے دُعا:

(١) خاکسار کا بڑا پوتا عزیز مسرت احمد ابن محمد اقبال صاحب منڈاسگر کمپیوٹر سائنس ڈپلومہ کورس کے علاوہ ہارڈویئر کورس بھی پورا کر چکا ہے ان کے بابرکت مستقبل کے لئے قارئین بدر کی خدمت میں دُعا کی درخواست ہے۔ (حضرت صاحب منڈاسگر ہبلی کرناٹک) (٢) مکرم مولوی امان علی صاحب مبلغ ہریانہ تبلیغی میدان میں نمایاں کامیابی کے لئے دُعا کی درخواست کرتے ہیں۔ (ادارہ)

ہومیو پیتھی بقیہ صفحہ ۱۲

بہت بھدے نظر آنے والے چھوٹے چھوٹے گول گول ابھار بن جاتے ہیں لیکن ان کا برائیٹا کارب سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ ان کے لئے مزاج کو پرکھ کر زیادہ گہری دوا تلاش کرنی پڑتی ہے۔ برائیٹا کارب میں جو گلینڈ ایک دفعہ موٹا ہو جائے وہ کم نہیں ہوتا۔ جسم سوکھ بھی جائے لیکن پیٹ کم نہیں ہوتا اور گلینڈز نہیں سکڑتے ایسی صورت میں برائیٹا کارب اونچی طاقت میں بار بار دینا پڑتا ہے۔ برائیٹا کارب زیادہ لمبا عرصہ دینے سے کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ اس میں ایک رجحان ہے کہ اوپر کے بلڈ پریشر میں مفید ہوتا ہے اور نیچے کے بلڈ پریشر پر اثرانداز نہیں ہوتا۔ جو مریض لمبا عرصہ برائیٹا کارب استعمال کر رہا ہو اس کا بلڈ پریشر متواتر چیک کرتے رہنا چاہئے کہ کہیں توازن تو نہیں بگڑ گیا۔ اگر ایسا ہو تو برائیٹا کارب کے استعمال سے رک جانا چاہئے، کچھ عرصہ کے بعد دوبارہ دی جاسکتی ہے۔ اس کا سب سے زیادہ لمبا اثر آرٹیرو سکلروسس کی بیماری پر ہوتا ہے یعنی دماغ کو خون کی سپلائی معمول کے مطابق نہ ہو اور یادداشت پر اثر پڑے، بڑھاپے کے اثرات جلد ظاہر ہونے لگیں۔ اس صورت میں بھی برائیٹا کارب فوری کرشمہ نہیں دکھاتا لیکن سال دو سال تک مناسب وقفوں کے ساتھ بہت احتیاط کے ساتھ اونچی طاقت میں استعمال کرنے سے بالعموم افاقہ ہوتا ہے اور اس کے استعمال میں کوئی خطرہ کی بات نہیں۔ اس کے ساتھ کریٹگس بھی دینی چاہئے کیونکہ کریٹگس موٹی ہوتی ہوئی خون کی نالیوں کی بہترین دوا ہے۔ دل کو بھی طاقت دیتی ہے اور دل کو ہر قسم کے خطرے سے محفوظ رکھنے کے لئے حفظ ماتقدم کے طور پر اچھی ہے۔ اگر برائیٹا کارب کے ساتھ کریٹگس ملا کر دی جائے تو اچانک بلڈ پریشر گرنے سے پیدا ہونے والے خطرات سے بچا لیتی ہے۔ بوڑھے مریضوں کو میں لمبا عرصہ تک برائیٹا کارب کے ساتھ کریٹگس دینا پسند کرتا ہوں، یہ بہت فائدہ مند نسخہ ہے۔

بعض دفعہ بیماریاں آکر گزر جاتی ہیں لیکن باقی رہ جانے والے اثرات چھوڑ جاتی ہیں ان میں ٹائیفائیڈ بھی شامل ہے۔ برائیٹا کارب ٹائیفائیڈ وغیرہ کی قسم کی گہری بیماریوں کے بداثرات کو دور کرنے میں بہت مفید ہے لیکن ڈاکٹر کینٹ نے لکھا ہے کہ ملیریا کے لئے بھی بہت مفید ہے۔ اگر ملیریا آکر گزر جائے اور کچھ ایسے بداثر پیچھے چھوڑ دے جن کے لئے دوا تجویز کرنی مشکل ہو یا ایسی علامتیں موجود ہوں جن سے مطابقت رکھنے والی دوائیں کام نہ کریں ایسی صورت میں برائیٹا کارب کو استعمال کرنا چاہئے۔

کینٹ نے لکھا ہے کہ ہر قسم کے چربی کے غدود، رسولیاں، لیوپس یعنی چہرے پر دق کا اثر ظاہر ہونے لگے اور تپدق کی گٹھلیوں میں یعنی دنبل میں بھی اس کا مفید اثر ہوتا ہے۔ میرے خیال میں کینٹ کے اس بیان میں قدرے مبالغہ ہے جسم کی بیرونی سطح پر ابھرنے والے موٹے موٹے ٹیومر جو بہت بدزیب دکھائی دیتے ہیں اور تکلیف دہ ہوتے ہیں میں نے ان میں برائیٹا کارب کو کبھی کام کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ لیوپس کے لئے بھی میں نے اسے استعمال کیا ہے لیکن فائدہ نہیں ہوا۔ لیوپس کے لئے اور قسم کی گہری دواؤں کی ضرورت ہوتی ہے۔ کینٹ کی رائے کے مطابق اگر مریض کے مزاج کے موافق علاج کرنا ہو تو برائیٹا کارب کی سب طاقتیں استعمال کرنی چاہئیں صرف ایک ہی پوٹینسی پر انحصار کرکے بیٹھ نہیں رہنا چاہئے کیونکہ بعض دفعہ بہت گہری بیماری ہوتی ہے، ۲۰۰ طاقت کافی نہیں رہتی کچھ عرصہ کے بعد ہزار پھر دس ہزار پھر پچاس ہزار اور پھر ایک لاکھ مناسب وقفے ڈال کر استعمال کرنا چاہئے، دو دو دفعہ دہرا کر دیں۔ میرے خیال میں تین تین چار چار دفعہ بھی دہرائی جاسکتی ہیں۔ اس طرح وہ گہری بیماریاں جو برائیٹا کارب سے تعلق رکھتی ہیں دور ہو جاتی ہیں۔

جلسیمم کے مریضوں میں ایک علامت یہ موجود ہوتی ہے کہ وہ انجانے خطروں سے خوفزدہ رہتے ہیں کہ کہیں کچھ ہو نہ جائے، برائیٹا کارب میں بھی یہ علامت پائی جاتی ہے۔ اگر سر ہلانے سے اندر دماغ ہلتا ہوا محسوس ہو تو برائیٹا کارب مفید دوا بتائی جاتی ہے، مرگی کے وہ مریض جن میں خون کی سپلائی رک جانے کی وجہ سے دماغ کو نقصان پہنچا ہو اس میں اعصاب کو دوبارہ تازگی بخشنے کے لئے برائیٹا کارب بہت اچھی دوا ہے لیکن اگر اعصاب مر چکے ہوں تو پھر کوئی علاج نہیں لیکن اگر نیم مردہ حالت میں ہوں تو پھر برائیٹا کارب استعمال کی جاسکتی ہے۔

اگر خون کی شریان پھٹ جائے اور سرخ رنگ کا خون بہنے لگے تو فاسفورس کے علاوہ برائیٹا کارب بھی بہت مفید دوا ہے اگر خون کا رنگ گہرا سیاہی مائل ہو تو آرنیکا اور لیکسز کام آئے گا۔

برائیٹا کارب کی ایک علامت یہ ہے کہ جہاں ایک دفعہ کوئی چیز موٹی ہو جائے وہ دوبارہ اپنے عام حجم میں واپس نہیں آتی۔ آنکھوں کی بیماریوں میں آنکھوں کے پپوٹے موٹے ہو جائیں تو موٹے ہی رہ جاتے ہیں۔ خون کی نالیاں غدود یا جلد کے بعض حصے موٹے ہو رہے ہوں تو یہ برائیٹا کارب کی علامت ہے کیونکہ ان میں بعض مادے بیٹھنے لگتے ہیں جو مستقل صورت اختیار کر لیتے ہیں۔

برائیٹا کارب بالوں کے گرنے، خشکی اور گنجے پن کا بھی علاج ہے۔ خشکی اور ایگزیما کی علامت اور بھی دواؤں میں پائی جاتی ہے لیکن ممکن ہے کہ برائیٹا کارب کے مریضوں کے بالوں کی جڑوں میں مادے بیٹھنے لگیں اور بال جھڑنے کا باعث بنتے ہوں، نظر کی کمزوری میں بھی مفید ہے۔ ایک عمر کے بعد اگر نظر دھندلانے کا عمل شروع ہو جائے تو برائیٹا کارب معمول کے دستور کے مطابق کھائی جائے تو کوئی حرج نہیں۔ بعض دفعہ کولیسٹرول لیول زیادہ ہونے کی وجہ سے آنکھوں پر اثر پڑتا ہے اس صورت میں کولیسٹرونیم اور فاسٹولاکا اور فاسفورس ملا کر دینے سے فائدہ ہوگا۔ فاسفورس ۳۰ کو لمبا عرصہ نہیں دینا چاہئے۔ اگر کوئی فاسفورس کی بیماری ہو تو پھر کوئی خطرہ نہیں لیکن اگر کوئی معین فاسفورس کی بیماری نہ ہو اور فاسفورس دینا شروع کر دیں تو وہ خون کو گاڑھا کر دیتا ہے جو خطرناک ہے اس لئے اسے بلاوجہ اور اندھا دھند مسلسل دینے سے اجتناب کرنا چاہئے۔

آنکھ کے کورنیا کی تکلیفوں میں بھی برائیٹا کارب مفید ہے بعض دفعہ آنکھوں میں گوہانجیاں نکلنے کا رجحان ہوتا ہے ان میں بھی برائیٹا کارب اچھی دوا ہے۔ بعض دفعہ گلے کے گلینڈز میں سوزش ہو جاتی ہے اور غدود سوج کر موٹے ہو جاتے ہیں اور کن پیڑوں کا سبب بنتے ہیں ان میں برائیٹا کارب بہت مفید ہے۔ کن پیڑوں میں بھی برائیٹا کارب مفید ثابت ہو سکتی ہے۔ بوڑھے آدمیوں کے زبان کے فالج میں برائیٹا کارب اچھی دوا ہے اگر بوڑھوں کی چھاتی میں بلغم ہو اور ہر وقت اس کی وجہ سے سینہ کھڑکھڑاتا رہے اس میں اگر کوئی اور دوا فائدہ نہ دے تو برائیٹا کارب کے علاوہ سینیگا اور امونیکم بھی مفید ہیں۔

ایلیم سیپا کی ایک علامت ہے کہ ٹھنڈ لگ جائے تو کان میں شدید درد ہو جاتا ہے اس کان کے درد سے برائیٹا کارب کا بھی تعلق ہے۔ اگر یہ درد مزمن ہو جائے تو بعض دفعہ نزلے کے آثار نہیں بھی ہوتے لیکن پھر بھی کان میں درد ہوتا رہتا ہے۔ اگر کان میں بوجھل پن بھی محسوس ہو تو برائیٹا کارب بہت اچھی دوا ہے، اکیلی ایلیم سیپا کافی نہیں ہوگی۔

بعض لوگوں میں کھانا کھاتے ہوئے کھانا گلے میں پھنسنے کا رجحان ہوتا ہے اس کی وجہ بعض فالجی کمزوریاں ہیں ایسے مریضوں کے لئے برائیٹا کارب بہت مفید ہے اس کے علاوہ کالی کارب، گریفائٹس مرکور بہت مفید دوائیں ہیں۔ یہ دوائیں اپنی علامات کے لحاظ سے الگ الگ دوائیں ہیں اور ان کی پہچان مشکل نہیں۔ برائیٹا کارب میں اجابت سخت ہوتی ہے اور گٹھلیاں ہوتی ہیں اور نکس وامیکا کی علامت کی طرح یہ احساس رہتا ہے کہ کھل کر اجابت نہیں ہوئی۔ پیٹ میں درد بھی ہوتا ہے۔ مردانہ و زنانہ جنسی کمزوریوں میں بھی بہت مفید دوا ہے لیکن اگر بہت اونچی طاقت میں دے دی جائے تو برعکس نتائج ظاہر کرتا ہے۔ اس لئے رفتہ رفتہ پوٹینسی کو بڑھانا چاہئے۔ عورتوں کی جنسی کمزوریوں میں ایک علامت یہ ہے کہ ان میں بانجھ پن بھی پایا جاتا ہے۔ اس میں اکثر غدود تو عموماً موٹے ہو جاتے ہیں لیکن بیضہ دانیاں سکڑ کر چھوٹی ہو جاتی ہیں۔ اس میں برائیٹا کارب فوراً استعمال کرنا چاہئے کیونکہ یہ علامت بعض اوقات کینسر میں بھی تبدیل ہو سکتی ہے۔

برائیٹا کارب میں فالج کی علامت بھی پائی جاتی ہے گلے اور ٹانگوں کا فالج نمایاں ہے لیکن اگر جسم کے صرف ایک طرف فالج کا حملہ ہو تو میں نے زیادہ تر سلفر، کاسٹیکم، رسٹاکس، جلسیمم اور کیڈمیم سلف کو مفید دیکھا ہے۔ اوپر اور نیچے کے دھڑ کے فرق میں برائیٹا کارب مفید ہے مثلاً نیچے کے دھڑ کے فالج میں بہت اچھی دوا ہے۔ اس کے علاوہ کاکولس بھی اونچی طاقت میں دینا مفید ہے حالانکہ کاکولس چکروں کی دوا ہے۔

اس کی کھانسی کا ایک عجیب نشان ہے کہ جب تک مریض پیٹ کے بل لیٹا رہے تو کھانسی میں افاقہ رہتا ہے جب ہر دوسری کروٹ پر کھانسی عروج پر ہوتی ہے، اس میں ہر قسم کے موکلے پائے جاتے ہیں، پاؤں کی بدبو بھی ہوتی ہے۔ اگر نیچے کے دھڑ میں شدید درد ہو جو عموماً فالج کا پیش خیمہ بن جاتا ہے اس میں برائیٹا کارب مفید ہے۔

ایک بچے کی ٹانگیں پولیو کے حملہ کی وجہ سے ٹیڑھی ہو گئی تھیں اسے سلفر اور برائیٹا کارب دی تھی جس سے اتنا نمایاں فائدہ ہوا کہ وہ اب نارمل زندگی گزار رہا ہے، چلتا پھرتا ہے اگرچہ مکمل صحت نہیں ہے جبکہ ڈاکٹروں نے کہا تھا کہ عمر گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ تکلیف بڑھتی جائے گی۔ ہومیوپیتھک دیکھنے میں تو میٹھی گولیاں لگتی ہیں لیکن بہت گہرے اثرات کی حامل ہیں۔

"بدر" کی توسیع اشاعت اور مالی اعانت کرکے عنداللہ ماجور ہوں مینجر

ارشادِ نبوی
اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ
(دین کا خلاصہ خیر خواہی ہے)
— (منجانب) —
رکن جماعت احمدیہ بمبئی

آٹو ٹریڈرز
AUTO TRADERS
16 بینٹنک سٹریٹ کلکتہ۔ 700001
فون نمبرز۔
2430794·2481652·248522

C.K. ALAVI
RABWAH WOOD INDUSTRIES
MAHDI NAGAR , VANIYAMBALAM
- 679339 (KERALA)
TIMBER LOGS SAWN SIZE
TEAK POLES &
WOODEN FURNITURE

BODY GROW GYM
SANTOSH NAGAR
ARROW GYM
CHANDRAN GUTTA
چیف کوچ۔ محمد عبدالسلیم نیشنل باڈی بلڈر۔ حیدر آباد
وزن کم کرنے۔ بڑھانے۔ موٹاپا دور کرنے کے سلسلہ میں کی جانے والی ایکسرسائز اور خوراک۔ باڈی بلڈنگ کر رہے احباب شیڈول کیلئے باڈی ویٹ ساتھ لکھیں۔ مستورات سلم باڈی کیلئے معلومات حاصل کریں۔ باڈی ویٹ بڑھانے یا کم کرنے کیلئے BODY GROW پاؤڈر دستیاب ہے۔ مکمل معلومات کیلئے اس پتہ پر رابطہ قائم کریں
M . A SALEEM (BODY BUILDER)
H . NO. 18 - 2-.888/10/71. NIMRA COLONY FALAKNUMA
POST - 500253 HYDERABAD (A . P) ☎ 040-219036 INDIA

روایتی زیورات جدید فیشن کے ساتھ
شریف جیولرز
پروپرائیٹر۔ حنیف احمد کامران۔ حاجی شریف احمد
اقصیٰ روڈ۔ ربوہ۔ پاکستان۔ فون۔ 649_04524

طالب دعا:— محبوب عالم ابن محترم حافظ عبدالمنان صاحب مرحوم
M/S NISHA LEATHER
SPECIALIST IN LEATHER BELTS , LEATHER
LADIES AND GENTS BAG , JACKETS , WALLETS ETC.
19 A. JAWAHAR LAL NEHRU ROAD
CALCUTTA - 700081 ☎ 2457153

NEVER BEFORE
THIS COMFORT THIS DURABILITY AND SOLIGHT
GUARANTED PRODUCT
Sonika HAWAI
A TREAT FOR YOUR FEET
NIR
NEW INDIA RUBBER WORKS (P)LTD
34 , A DEBENDRA CHANDRA DEY ROAD CALCUTTA - 15

☎ 543105
STAR CHAPPALS
WHOLE SELLERS OF HIGH QUALITY LEATHER & RUBBER CHAPPALS
105 / 661, OPP, BLOCK NO - 7 FAHIMABAD COLONY
KANPUR - 1 - PIN 208001

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWS PAPER FOR INDIA AT NO - R.N.61/57

FAX - 01872 - 20105 ☎ 01872-20757

THE WEEKLY BADR QADIAN 143516

DISTT GURDASPUR PUNJAB (INDIA)

VOL - 45 THURSDAY, 14NOVEMBER 1996 ISSUE NO - 46

ہومیوپیتھی طریق علاج کے متعلق آسان اور مفید معلومات

ایم۔ٹی۔اے انٹرنیشنل پر بیان فرمودہ سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد امام جماعت احمدیہ عالمگیر کے ہومیو پیتھی اسباق سے مرتبہ کتاب "ہومیو پیتھی یعنی علاج بالمثل" سے سلسلہ وار

(قسط نمبر ۹)

آرسنکم آئیوڈیٹم

ARSENICUM IODATUM

(Iodide of Arsenic)

آرسنک آئیوڈائیڈ کا آرسنک البم اور آئیوڈم سے بہت گہرا تعلق ہے۔ آرسنک آئیوڈائیڈ زخموں کے ناسور بننے اور گینگرین میں تبدیل ہونے کی بہترین دوا ہے۔ پھیپھڑوں کے نچلے حصہ میں زخم اور ہوا کی نالی میں سوزش ہو تو یہ بہت موثر دوا ہے۔ آرسنک آئیوڈائیڈ میں ہر قسم کی بیماریاں پائی جاتی ہیں اور اس کی علامات کی پہچان بہت مشکل ہے کیونکہ آرسنک کا عمل بہت سے مقامات پر آئیوڈم کے عمل سے متصادم ہے۔

آرسنک کا مریض بہت ٹھنڈا اور آرام طلب ہوتا ہے، ادھر ادھر پھرنا پسند نہیں کرتا اس کی بے چینی بدن کی معمولی سی حرکت سے تعلق رکھتی ہے لیکن آئیوڈم کا مریض بہت گرمی محسوس کرتا ہے اور بہت تیز طرار ہوتا ہے۔ ایسا بچہ جو بہت شرارتی اور پھرتیلا ہو، قابو میں نہ آئے، خوب کھائے پیئے لیکن دبلا پتلا ہو آئیوڈم کا مزاج رکھتا ہے۔ آرسنک اور آئیوڈم کو ملایا جائے تو بعض مریضوں میں آئیڈم کی علامات زیادہ ہوتی ہیں اور بعض میں آرسنک کی۔ مریضوں میں متضاد علامات بھی ملتی ہیں۔ مریض ٹھنڈا بھی ہوتا ہے اور گرم بھی، سردی سے بھی تکلیفیں بڑھتی ہیں اور گرمی سے بھی۔ اس لئے ایسے مریض کی پہچان بہت مشکل کام ہے اور بھی بہت سی دواؤں کی جھلکیاں آرسنک آئیوڈائیڈ کے مریض میں نظر آتی ہیں۔ آرسنک اور آئیوڈم کے مریض کے مزاج کو الگ الگ سمجھ کر علاج کرنا چاہئے۔ آئیوڈین کے مریض کا علاج آئیوڈم سے اور آرسنک کے مریض کا علاج آرسنک سے ہونا چاہئے، اگر یہ دونوں دوائیں کچھ دیر اثر دکھا کر چھوڑ دیں تو پھر آرسنک آئیوڈائیڈ بہترین دوا ثابت ہوتی ہے۔

آرسنک آئیوڈائیڈ بہت وسیع الاثر دوا ہے۔ اس کے تمام اخراجات کاٹنے اور چھیلنے والے ہوتے ہیں جس مخرج سے بھی گزریں وہاں سرخی، جلن اور سوزش پیدا کر دیتے ہیں۔ ناک کی اندرونی سطح متورم اور سخت ہو جاتی ہے، حلق اور کان کے درمیان سوزش کی وجہ سے بہرہ پن بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ آرسنک آئیوڈائیڈ پھیپھڑوں کی ہر قسم کی تکلیفوں اور زخموں کے لئے بہترین دوا ہے اسی لئے اسے تپدق میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ بہت زیادہ مقدار میں بلغم کا اخراج ہوتی ہو، سانس کی تکلیف اور کھانسی مزمن ہو جائے تو آرسنک آئیوڈائیڈ بہت مفید دوا ہے۔

آرسنک آئیوڈائیڈ لیوپس اور کینسر میں بھی بہت موثر دوا ہے خصوصاً رحم اور بیضہ دانی کے کینسر کو بڑھنے سے روکتی ہے۔ ڈاکٹر کینٹ نے بھی اپنے تجربہ سے یہ لکھا ہے کہ بڑھتے ہوئے کینسر کی تکلیف رک جاتی ہے۔ آرسنک آئیوڈائیڈ کے ساتھ بچی بوٹی کا استعمال بھی کرنا چاہئے جو کینسر کی روک تھام کے لئے بہت مفید ہے۔

آرسنک آئیوڈائیڈ ایگزیما کے لئے بھی بہت مفید دوا ہے۔ جلد بہت خشک ہوتی ہے اور بڑے بڑے چھلکے اترنے لگتے ہیں جن کے نیچے جلد زخمی اور چھلی ہوئی ہوتی ہے اور رطوبت نکلتی ہے۔ آرسنک آئیوڈائیڈ چنبل کے لئے بھی بہترین دوا ہے اس مرض میں عموماً دوائیں وقتی آرام پہنچاتی ہیں مکمل شفا نہیں ہوتی۔ اگر غدودوں سے بیماری باہر نکالنے کے لئے دوا دیں تو بہت سخت رد عمل ہوتا ہے اور سارا جسم چنبل سے بھر جاتا ہے جلد کو ٹھیک کرنے کے لئے دوائی کے استعمال سے بیماری دب کر کسی اور رنگ میں ظاہر ہوتی ہے۔ ابھی تک کوئی ایسی دوا سامنے نہیں آئی جو دونوں قسم کے اثرات کو سنبھال لے۔ سلفر اور سورائینم ایک ہزار طاقت میں باری باری دینے سے کسی حد تک فائدہ ہوتا ہے۔ ہائیڈروکوٹائل بھی اثر کرتی ہے یہ بہت طاقتور دوا ہے جو کوڑھ میں بھی مفید ہے۔ میں نے کوڑھ کے ایک مریض کو ہائیڈروکوٹائل استعمال کروائی تھی وہ خدا کے فضل سے بالکل صحتیاب ہوگیا تھا۔ آرسنک بھی سورک دواؤں میں شمار ہوتی ہے جو اندرونی جھلیوں اور جلد کے درمیان اثر دکھاتی ہے۔ بعض دواؤں کا انتڑیوں اور جلد سے تعلق ہے اور بعض کا رحم اور جلد سے۔ غدودوں اور جلد سے تعلق رکھنے والی دواؤں میں سلفر اور مرکری بہت نمایاں ہیں۔ آرسنک آئیوڈائیڈ بھی سفلس کے سب مراحل میں بہت اچھا اثر کرنے والی دوا سمجھی جاتی ہے۔

آرسنک آئیوڈائیڈ دل کی کمزوری کے لئے بھی بہترین دوا ہے خصوصاً اگر یہ کمزوری پھیپھڑوں کی بیماریوں کی وجہ سے ہو۔ خون کی کمی کی وجہ سے بھی دل میں کمزوری اور سانس مین گھٹن محسوس ہوتی ہے۔ جس سے مریض بے حد کمزور ہو جاتا ہے چکر آتے ہیں اور جسم کانپتا ہے۔ سر کے پیچھے گدی میں درد اور کمر میں جلن ہوتی ہے جیسے کسی نے آگ لگا دی ہو۔ بائیں ٹانگ میں سردی کی لہر دوڑتی ہے اور سنسناہٹ ہوتی ہے۔ کلائی کی ہڈی میں لکھتے ہوئے درد ہوتا ہے۔ رات کو بہت پسینہ آتا ہے اور مریض بے حد سردی محسوس کرتا ہے۔

آرسنک آئیوڈائیڈ میں شدید تکلیف دہ متلی پائی جاتی ہے۔ سخت پیاس لگتی ہے لیکن پانی پیتے ہی قے ہو جاتی ہے۔ معدے میں شدید درد ہوتا ہے جس میں آگے جھکنے سے آرام آتا ہے، سخت سوزش پیدا کرنے والے اسہال جو صبح کے وقت شروع ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ معدہ میں بہت ہوا بنتی ہے، بھوک لگتی ہے لیکن مریض دبلا پتلا رہتا ہے۔

آرسنکم سلفیوریٹم فلیوم

ARSENICUM SULFURATUM FLAVUM

آرسنک سلف عموماً برص میں کام آنے والی دوا ہے۔ یہ ہر قسم کی خارش، برص اور آتشک کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے دانوں کے لئے بھی بہت موثر دوا ہے۔ سینہ کے اندر سے چبھن دار درد کے کوندے باہر کی طرف لپکیں نیز پیشانی میں دائیں طرف کان کے پیچھے چبھن ہو تو آرسنک سلف فلیوم بہت مفید دوا ہے۔ اس میں اکثر درد سوئی کی طرح چبھن پیدا کرتا ہے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتا ہے۔ تمام جسم میں چونٹیاں رینگنے کا احساس ہوتا ہے۔ تشنج اور عضلات کا کپکپانا بھی پایا جاتا ہے جسم میں گرمی کا احساس نبض تیز اور بے قاعدہ ہو جاتی ہے، دوڑنے اور چلنے سے درد میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ دردیں بہت شدید اور ناقابل برداشت ہوتی ہیں۔

آرسنک سلف فلیوم کا مریض بہت جلد غصہ میں آ جاتا ہے صبح کے وقت اٹھنے پر بے حد چڑچڑا ہوتا ہے۔ سر میں چکر آتے ہیں جن میں دائیں طرف گرنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ سر ٹھنڈا محسوس ہوتا ہے، صبح کے وقت آنکھیں چپکی ہوئی سرخی مائل زرد رطوبت نکلتی ہے، کانوں سے بھی بدبودار رطوبت بہتی ہے۔ نزلہ زکام ہو تو ناک سے بے حد مواد نکلتا ہے نقاہت اور کمزوری محسوس ہوتی ہے۔

آرسنک سلف جلدی علامات میں بہت مفید ہے۔ برص کے سفید داغوں میں بہت کثرت سے استعمال ہوتی ہے اس کے علاوہ چنبل اور کیل مہاسوں کے لئے بھی بہت مفید دوا ہے۔ ایسے زخم جو مندمل نہ ہوں اور ان میں جلن اور سخت تکلیف ہو تو آرسنک سلف بھی مفید دوا ثابت ہوتی ہے۔ جسم کے مختلف حصوں میں خارش کے لئے بھی مفید ہے۔ مریض بے حد سردی محسوس کرتا ہے، آگ کے قریب بیٹھنے کے باوجود سردی لگتی ہے۔ بستر میں لیٹ کر آرام محسوس ہوتا ہے اس کی علامات صبح اور شام کو بڑھتی ہیں مریض کھلی ہوا پسند نہیں کرتا ہے لیکن اس کی تکلیفوں میں کھلی ہوا سے اضافہ ہو جاتا ہے۔

آرم ٹرائی فلم

ARUM TRIPHYLLUM

(Indian Turnip)

آرم ٹرائی فلم ایک سبزی سے تیار کی جانے والی دوا ہے جو کدو اور شلجم کے مشابہہ ہوتی ہے اور جنگلوں میں کثرت سے اگتی ہے اس میں شدید خراش اور سنسناہٹ پیدا کرنے والا زہر پایا جاتا ہے ذرا بھی جسم کے کسی حصہ کو چھو جائے تو وہاں بے انتہا سنسناہٹ ہونے لگتی ہے۔ جن مریضوں کے مزاج میں سنسناہٹ اور زود حسی کی علامت پائی جائے ان کی تکلیفیں اس دوا سے ٹھیک ہو جاتی ہیں۔ اکثر یہ بات تجربہ میں آئی ہے کہ ناک کی شدید کھجلی جو سخت بے چین کرتی ہے وہ اس دوا سے ٹھیک ہو جاتی ہے ہر وقت مسلسل کھجلی کی وجہ سے نزلہ بھی ہو جاتا ہے، میں نے کئی ایسے بچوں کو استعمال کروائی ہے جو ہر وقت ناک کریدتے رہتے ہیں اللہ کے فضل سے بہت جلد کام کرتی ہے۔ اس کھجلی کی وجہ سے ناک میں زخم ہو جاتے ہیں اور جلد کچی کچی محسوس ہوتی ہے، ناک بند رہتا ہے اور مریض مونہہ سے سانس لیتا ہے۔ زبان، گلے اور ناک میں پیدا ہونے والی کھجلی جس کے ساتھ سنسناہٹ بھی پائی جائے آرم ٹرائی فلم کی خاص علامت ہے۔ جہاں کہیں بھی اعصاب اور جلد کے درمیانی باریک حصہ میں غیر معمولی سنسناہٹ ہو تو وہاں یہ دوا مفید ہوگی۔

نزلاتی تکلیفوں کے دوران اگر آنکھوں میں خارش ہو اور پانی بہے، اوپر کے پپوٹوں میں لرزہ ہو تو آرم ٹرائی فلم سے فائدہ ہوگا۔ اس کا نزلہ بہت شدید ہوتا ہے اور مسلسل بہہ بہہ کر دماغ کو کھوکھلا کر دیتا ہے ناک سے بے حد پانی بہتا ہے اور سخت خارش ہوتی رہتی ہے۔ گلے میں یہ خارش اور سنسناہٹ لمبا عرصہ تک رہے تو فالجی اثرات ظاہر ہونے لگتے ہیں اور سنسناہٹ کی وجہ سے بے حسی پیدا ہو جاتی ہے اندرونی سطح اور عضلات بے حس ہو جاتے ہیں اس لئے جب ایسا مریض لقمہ نگلے تو وہ غلط راستے پر چلا جاتا ہے، پانی پیتے ہوئے ناک میں چلا جاتا ہے، اگر بہت جلدی پانی پیا جائے تو وہ اکثر ناک میں چلا جاتا ہے لیکن یہاں بیماری کی وجہ سے یہ علامت پیدا ہوتی ہے، گلے کے غدود بھی متورم ہو جاتے ہیں۔ مونہہ اور حلق میں گھٹن، کچاپن، دکھن اور جلن کا احساس ہوتا ہے، زبان پر سرخی اور دکھن کے ساتھ سوزش بھی ہو جاتی ہے، عموماً اس تکلیف کو Strawberry Tongue کہا جاتا ہے۔ مونہہ میں زخموں اور چھالوں کی وجہ سے اتنی تکلیف ہوتی ہے کہ پانی پینا بھی دوبھر ہوتا ہے۔ اس تکلیف میں آرم ٹرائی فلم غیر معمولی اثر دکھانے والی دوا ہے۔ اس میں آواز کا زیر و بم بدلتا رہتا ہے، زیادہ بولنے اور سردی کی وجہ سے آواز بیٹھ جاتی ہے۔

مریض کو بھوک نہیں لگتی لیکن سر درد کھانا کھانے سے ٹھیک ہو جاتا ہے۔ ٹائیفائیڈ کی طرح کے اسہال آتے ہیں۔

پھیپھڑوں میں بھی دکھن کا احساس پایا جاتا ہے۔ اندرونی جھلیوں میں سنسناہٹ کی وجہ سے کھجلی پیدا ہوتی ہے۔ اگر یہ کھجلی محسوس نہ ہو تو دکھن پیدا کرتی ہے یا بعض دفعہ فالج پر منتج ہو جاتی ہے۔ یہ دوا عام طور پر چہرے، سر اور ناک کے بائیں حصہ پر زیادہ اثر انداز ہوتی ہے چھاتی کی تکلیفوں کی وجہ سے پیشاب بہت کم مقدار میں آتا ہے۔ اگر اس دوا کے استعمال سے افاقہ ہو تو پیشاب بہت کھل کر آنے لگتا ہے۔ جلسیمئم میں بھی یہ علامت ہے لیکن آرم ٹرائی فلم میں بہت کم مقدار میں زردی مائل پیشاب کھل کر زیادہ ہو جاتا ہے۔ جلد پر خسرے کی طرح چھوٹے چھوٹے دانے نکلتے ہیں خارش کی وجہ سے کچاپن نمایاں ہو جاتا ہے اور خون بھی نکلتا ہے۔ مریض کو سر میں شدید درد ہوتا ہے جو گرم کپڑے یا گرم مشروب پینے سے بڑھ جاتا ہے۔

برائیٹا کارب

BARYTA CARB

برائیٹا کارب کی علامات کو ایک لفظ Dwarfishness چھوٹا قد میں بیان کیا جاسکتا ہے۔ جسمانی بونے پن کے علاوہ ذہنی لحاظ سے پست ہونا بھی برائیٹا کارب میں پایا جاتا ہے اور یہ دونوں کمزوریاں ساتھ ساتھ چلتی ہیں لیکن میں نے اپنے تجربہ میں ہمیشہ یہ دیکھا ہے کہ اگر صرف جسمانی لحاظ سے ہی بوناپن پایا جائے تو اس میں بھی برائیٹا کارب بہت اچھا کام کرتا ہے اس لئے اسے خواہ مخواہ ذہنی علامات سے ہی باندھ لینا درست نہیں ہے۔ میں نے اچھے سمجھدار بونوں اور بہت ذہین مگر چھوٹے قد والوں کو برائیٹا کارب استعمال کروائی ہے۔ اللہ کے فضل سے بہت اچھا اثر دکھاتی ہے اس کے ساتھ عموماً سلیشیا ملا کر دینی چاہئے۔ ذہنی لحاظ سے پست لوگ جن کے قد بھی چھوٹے ہوں ان میں بھی برائیٹا کارب بہت مفید ہے۔ اس کے علاوہ پرانے فالج کو دور کرنے میں بھی اچھا کام کرتی ہے خصوصاً ٹائیفائیڈ اور پولیو کے چھوڑے ہوئے فالج کے بداثرات میں جن کو دور کرنا اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ اگر فالج کا اثر اعصاب پر ہو تو اس کا کوئی علاج نہیں۔ ٹائیفائیڈ کا فالج اعصاب کو مار دیتا ہے اور موت کا کوئی علاج نہیں۔ لیکن باقی اکثر فالجوں میں اعصاب مرتے نہیں ہیں بلکہ کمزوریاں پیدا ہوتی ہیں ان کو دور کرنے میں برائیٹا کارب اللہ کے فضل سے مفید ہے۔ اگر مختلف اعضاء اور ٹانگوں پر ٹائیفائیڈ اور پولیو کا اثر ہو تو وہ علاج سے ٹھیک ہو جاتا ہے اگر مکمل شفا نہ بھی ہو تو اتنا نمایاں فرق پڑ جاتا ہے کہ مریض پہچانا نہیں جاسکتا۔ سوکھتی ہوئی ٹانگ دوبارہ موٹی ہونے لگتی ہے ہاتھ سوکھ جائے تو دوبارہ اپنی اصل حالت پر آ جاتا ہے۔ کوئی حتمی رائے قائم کرنے کی بجائے غور سے دیکھنا چاہئے کہ اس دوا کا کہاں تک اور کس کس عضو پر اثر ہے۔

برائیٹا کارب کی علامتیں رکھنے والے بچے عموماً بہت شرمیلے ہوتے ہیں۔ سکول میں پیچھے پیچھے رہتے ہیں اور کوئی اجنبی آ جائے تو فوراً چھپ جاتے ہیں۔ گھبرائے ہوئے اور پریشان نظر آنے والے بچوں میں برائیٹا کارب اچھا اثر دکھاتی ہے۔ بچوں کی ٹانگوں میں کمزوری کے لئے برائیٹا کارب اور کلکیریا کارب دونوں مشہور دوائیں ہیں لیکن ان میں ایک فرق بہت واضح ہے۔ کلکیریا کارب کے بچوں کی ٹانگیں کمزور ہوتی ہیں۔ ان میں ہڈیوں کی صحیح نشو و نما نہیں ہوتی اس لئے صاف پتہ چلتا ہے کہ کمزور ٹانگوں والا بچہ ہے جو جلدی چل نہیں سکتا۔ برائیٹا کارب کی علامت میں بچے کی ٹانگیں بالکل ٹھیک ہوتی ہیں لیکن اس کے باوجود وہ دیر میں چلنا سیکھتا ہے۔ یہاں اس کے دماغ کی کمزوری ظاہر ہوتی ہے اور وہ صلاحیتیں جو بچے کو چلانے کے لئے تیار کرتی ہیں ان میں کوئی نقص موجود ہوتا ہے۔ ٹانگوں کی کمزوری اور دیر سے چلنے کی علامت بوریکس اور نیٹرم میور میں بھی پائی جاتی ہے۔ نیٹرم میور میں دو کمزوریاں اکٹھی ہو جاتی ہیں، بچہ صرف چلنے میں ہی نہیں بلکہ بولنے میں بھی دیر کرتا ہے۔ اگر بچہ چلنے میں تو دیر نہ کرے لیکن بولنا دیر سے سیکھے تو اس میں کالی فاس بہت مفید دوا ہے۔ یہ بات میٹریا میڈیکا میں تو موجود نہیں ہے لیکن میرا تجربہ ہے کہ کالی فاس ۶x۔ ایکس ۶x نیٹرم میور سے ملا کر دینا دیر سے چلنے اور بولنے والے بچوں کے لئے بہت مفید نسخہ ہے۔

بعض بچیوں میں یہ علامت پائی جاتی ہے کہ ان میں بلوغت کے آثار بہت دیر سے ظاہر ہوتے ہیں اس میں برائیٹا کارب بہت مفید ہے۔ اس دوا کا سب سے زیادہ اثر گلینڈز پر ظاہر ہوتا ہے۔ گلینڈز میں سوزش ہو جاتی ہے جہاں جہاں بھی گلینڈز ہوں خصوصاً گلے کے اوپر والے حصہ میں وہاں مستقل سوجن ہو جاتی ہے۔ ہر دفعہ بیماری کا حملہ اس سوجن میں اضافہ کر دیتا ہے۔ اسی طرح جسم کے اعصاب میں چربی کی وجہ سے ٹیومر سے بن جاتے ہیں پیٹھ اور جسم کے دیگر حصوں پر موٹی موٹی گلٹیاں بن جاتی ہیں۔ بعض لوگوں کے جسم پر

باقی صفحہ ۱۱ پر